روافض کی طرف سے 18 ذوالحجہ کو خلیفہ سوم حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جانے والی "عیدِ غدیر" پر ایک تحقیقی مقالہ جس میں اس کا بدعت ہونا خود روافض کے مسلمات سے ثابت کیا گیا نیز روافض کے دلائل کا بھی محققانہ جواب دیا گیا ہے۔

بنام

اعلان النکیر علیٰ اصحاب عید الغدیر

عیدِ غدیر کی حقیقت

تالیف

مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مدرس دارالعلوم مدنیہ

بحکم

مناظر اسلام

حضرت مولانا قاری رب نواز حنفی صاحب حفظہ اللہ

نظر ثانی و پسند فرمودہ

مناظر اسلام

فاتح رافضیت، استاذ الحدیث

حضرت مولانا علی اکبر جلبانوی صاحب حفظہ اللہ

باہتمام: محترم یاسر بھائی زید مجدہ (ساؤتھ افریقہ)

جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

...سے 18 ذوالحجہ کو خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وفات کی خوشی میں

روافض کی طرف سے 18 ذوالحجہ کو خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جانے والی ''عیدغدیر'' پر ایک تحقیقی مقالہ جس میں اس کا بدعت ہونا خود روافض کے مسلمات سے ثابت کیا گیا نیز روافض کے دلائل کا بھی محققانہ جواب دیا گیا ہے بنام

(اعلان النکیر علی اصحاب عید الغدیر)

عیدغدیر کی حقیقت

مولف

حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی زید مجدہ

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

....

من انصاری الی اللہ

جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ ایک غیر تجارتی ادارہ ہے جس سے عقائد اصلاح پر اب تک کئی کتب شائع ہو چکی ہیں ان کتب کیلئے تمام تر فنڈ جماعت کے اراکین سے فی سبیل اللہ یا بطور قرض حاصل کر کے نشرواشاعت کا کام کیا جاتا ہے لہذا آپ سے التماس ہے کہ ادارے کی کتب زیادہ سے زیادہ خرید کر ادارے کے ساتھ تعاون کریں

ملنے کے پتے: مکتبہ ختم نبوت محلہ جنگی پشاور 03129880001، دارالکتب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، مکتبہ اہل سنت گوجرانوالہ 03066426001، مکتبہ جمال قاسمی شان آرکیڈ بالمقابل مدرسہ گلشن عمر سہراب گوٹھ کراچی 03482175472

ملک بھر میں مولانا کی کتب ڈاک کے ذریعہ منگوانے کیلئے اس نمبر پر رابطہ کریں 03482175472

خلیفہ سوم داماد رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ عادل سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ بہت باحیا اور وضع دار انسان تھے۔ ان کا نام عثمان، کنیت ابو عمر اور لقب ذوالنورین (دونوروالے) تھا۔ آپؓ کے والد کا اسم گرامی عفان بن ابی العاص تھا اور والدہ کا نام اروی بنت کریز تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نانی امی، جناب عبدالمطلب کی بیٹی تھیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؓ کی پھوپھی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ مکہ کے اعلیٰ ترین قبیلے قریش کی ایک شاخ بنوامیہ کے چشم و چراغ تھے۔ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی پیدائش عام الفیل کے چھٹے سال ہوئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ السابقون الاولون یعنی سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھے اور آپ جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی دعوت پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ آپؓ کو عشرہ مبشرہ میں شامل ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقعے پر ارشاد فرمایا تھا کہ میں اس بندے سے حیا کیوں نہ کروں، جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

قبول اسلام کے کچھ ہی عرصہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری صاجنرادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمانؓ سے فرمادیا۔ یہ نکاح اتنا بابرکت تھا کہ مکہ میں عام لوگ کہا کرتے تھے کہ زمین پر سب سے بہترین جوڑا حضرت رقیہؓ وعثمانؓ کا ہے۔ 5 ھ میں آپ دونوں میاں بیوی کو ہجرت حبشہ کا شرف حاصل ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "لوط علیہ السلام کے بعد یہ دونوں ہیں جنہوں نے اللہ کے لیے ہجرت کی"۔

غزوہ بدر کے دوران ہی حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوگیا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی وجہ سے ہی حضرت عثمانؓ مدینہ منورہ میں رکے ہوئے تھے مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان ذی شان کے مطابق آپ غزوہ بدر میں لڑنے والے مجاہدین کے اجر وثواب کے حق دار پائے۔

حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثومؓ کا نکاح

بھی حضرت عثمانؓ سے کر دیا، اللہ نے حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ کے درمیان بہت الفت ڈال رکھی تھی، مگر 9 ھ میں حضرت ام کلثومؓ بھی انتقال فرما گئیں۔

تب نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں انہیں بھی یکے بعد دیگرے عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم اگر میری سو بیٹیاں ہوتی اور یکے بعد دیگرے فوت ہوتی تو میں ان سب کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنیؓ سے ہی کرتا۔ (الریاض النضرہ، ج 3، ص 11)

پیغمبر اسلام کے یہ الفاظ حضرت عثمانؓ کے لیے بہت زیادہ اعزاز کی حیثیت رکھتے ہیں، اور ان کے باحیا کردار کو بیان کرتے ہیں۔

آپؓ نبی ﷺ کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے اور صلح حدیبیہ کے موقع پر سفیر رسول ﷺ کی حیثیت سے مکہ گئے اور سیدنا عثمانؓ ہی کی ذات وہ مبارک ذات ہے جن کی شہادت کی افواہ سن کر نبی ﷺ نے بدلے کے لیے بیعت لی اور اپنے دست مبارک کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا۔

آپؓ کا ایک لقب غنی بھی تھا، آپؓ کی سخاوت کے دلنشین واقعات بچے بچے کی زبان پر ہیں۔

سفر تبوک میں نبی ﷺ کو اتنا مال دیا کہ نبی ﷺ اس مال کو ہاتھوں سے پلٹتے جاتے اور سیدنا عثمانؓ کے لیے دعائیں کیے جاتے۔

بئر رومہ کے واقعے کو کون فراموش کر سکتا ہے، وہ میرے عثمانؓ ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کو سخت پیاس کے عالم میں بلبلاتے دیکھ کر بڑی حکمت عملی سے میٹھے پانی کا کنواں 35 ہزار درہم میں خرید کر دیا۔

مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کی باری آئی تو حضرت عثمان اس کام میں بھی پیش پیش رہے۔

آپؓ جامع القرآن بھی ہیں، جو کام صدیق اکبرؓ نے کیا وہی کام سیدنا عثمانؓ نے سرانجام دے کر قرآن کی وہ عظیم خدمت سرانجام دی کہ قیامت تک یاد رکھی جائے گی۔

18 ذی الحجہ 35 ھ کو نبی اکرم ﷺ کے اس محبوب خلیفہ کو ایک عظیم سازش، جو کہ درحقیقت

اسلامی تاریخ کی سب سے اول اور سب سے عظیم سازش تھی ،کے بعد اس حالت میں شہید کر دیا گیا کہ آپ ؓ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے ، چالیس دن کے پیاسے اور کئی دن کے روزے سے تھے ،اور اپنے ہی گھر میں محصور تھے ۔گو کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سمیت کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے گھر کے دروازے پر پہرہ بھی دے رہے تھے لیکن اس کے باوجود بلوائی آپ کے گھر میں پیچھے کی سمت سے داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے ۔اور عین تلاوت قرآن کی حالت میں خلیفہ وقت اور امیر المومنین کو شہید کر دیا گیا۔

یہ عظیم سازش جو عبد اللہ بن سبا سمیت متعدد منافقین کی سعی کا نتیجہ تھی در حقیقت صرف حضرت عثمان ؓ کے خلاف ہی نہیں بلکہ اسلام اور تمام مسلمانوں کے خلاف تھی اور آپ کی شہادت کے بعد وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ مسلمان تفرقہ اور انتشار میں ایسے گرفتار ہوئے کہ نکل نہ سکے ۔ یہ وہ بات تھی جس کی خبر حضرت عثمان ؓ نے پہلے ہی ان الفاظ میں دی تھی کہ:

"بخدا اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر تا قیامت نہ ایک ساتھ نماز پڑھو گے نہ ایک ساتھ جہاد کرو گے"۔

آپ کی شہادت پر مدینہ میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ:

"لوگو! واجب ہے کہ اس بد اعمالی پر کوہ احد پھٹے اور تم پر گرے"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"حضرت عثمان ؓ جب تک زندہ تھے اللہ کی تلوار نیام میں تھی ،اس شہادت کے بعد یہ تلوار نیام سے نکلے گی اور قیامت تک کھلی رہے گی"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"اگر حضرت عثمان کے خون کا مطالبہ بھی نہ کیا جاتا تو لوگوں پر آسمان سے پتھر برستے"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جیسے ہی شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر ملی آپ نے فرمایا:

"اے اللہ میں تیرے حضور خون عثمان سے برات کا اظہار کرتا ہوں"

اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے پاس جا کر ان پر گر پڑے اور رونے لگے حتیٰ کے لوگوں نے خیال کیا کہ آپ بھی ان سے جا ملیں گے۔

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے صاحب اسرار رسول حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلا فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل ہے اور سب سے آخری فتنہ خروج دجال ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ وہ شخص جس کے دل میں ایک دانے کے برابر بھی حضرت عثمانؓ کے قتل کی حب ہے، اگر اس نے دجال کو پالیا تو وہ اس کی پیروی کیے بغیر نہیں مرے گا اور اگر اس نے اسے نہ پایا تو وہ اپنی قبر میں اس پر ایمان لائے گا۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمانؓ کے کمالات وخدمات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :"ابو عمر عثمان، ذوالنورین تھے۔ان سے فرشتوں کو حیا آتی تھی۔انھوں نے ساری امت کو اختلافات میں پڑ جانے کے بعد ایک قرآن پر جمع کر دیا۔وہ بالکل سچے، کھرے، عابد شب زندہ دار اور صائم النہار تھے اور اللہ کے راستے میں بے دریغ خرچ کرنے والے تھے، اور ان لوگوں میں سے تھے جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے"۔

مگر افسوس کہ امت کے رذیل ترین گروہ یعنی عبداللہ بن سبا کی روحانی اولاد روافض نے حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے کے بعد جشن کا اہتمام کیا اور اہل السنہ سے اپنی اس خباثت کو بچانے کی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کردہ ایک حدیث مبارکہ "حدیث غدیر خم" کو غلط انداز میں پیش کر کے ایک خود ساختہ جشن اور عید بنام "عید غدیر" کا انتظام کر لیا۔

یہ "عید غدیر" بالکل اسی طرز پر منائی جاتی ہے جیسے 22 رجب کو حضرت امیر معاویہؓ کے یوم وفات پر خوشی مناتے ہوئے کونڈے نکالے جاتے ہیں اور اہل السنہ کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے انہیں "جعفر صادق کے کونڈوں" کا نام دیا جاتا ہے۔

روافض کی اس عید پر 'متعہ' کے نام پر حرام کاری کا ایک اور باب کھولا جاتا ہے جس کے ثبوت کے طور پر نہایت اختصار سے صرف ایک اشتہار آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

متعہ بے حیائی کا وہ دروازہ ہے جسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بند رکھنے کا حکم دیا اور دنیا کے کسی بھی

مذہب میں متعہ جیسی حرکت کو انتہائی غلیظ جانا جاتا ہے مگر شیعہ وہ واحد مذہب ہے جو اسے نہ صرف اچھا بلکہ عبادت اور اپنے درجات بڑھانے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔اس میں مرد وعورت باہم رضامندی سے نکاح کرتے ہیں جو چند منٹوں سے لے کر تاحیات ہوسکتا ہے،اپنا غلیظ مقصد پورا ہونے کے بعد چند ہی منٹوں میں یہ نکاح ختم کیا جا سکتا ہے اور اگر یہ نکاح تاحیات بھی رہے تو بھی اس میں وراثت اور نان نفقہ کی ذمہ داریوں جیسی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔

رافضی اشتہار

اجتماعی متعہ دوریہ!

عید غدیر (18 ذوالحجہ) کے موقع پر اجتماعی متعہ!!!

(چونکہ یہ اشتہار بہت بڑا ہے اور کتاب کا صفحہ چھوٹا ہونے کی بناء پر شاید واضح طور پر پڑھا نہ جاسکے۔لہذا ہم اسکی عبارت یہاں نقل کیے دیتے ہیں۔)

عید غدیر (18 ذی الحجہ) کے موقع پر

بے نظیر شب بیداری اجتماعی "متعہ دَوریہ"

عباس علمبردار کے جھنڈے تلے آؤ— آؤ اور فیض پاؤ

تحفۃ العوام و دیگر معتبر اسناد کے ذریعے امام رضا کا قول ہے کہ:۔

مقام غدیر خم (گھاٹی) میں 18 ذی الحجہ کو حضرت علی کی فضیلت بیان کی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو "مولی اولی بالتصرف" قرار دیا، یعنی اس مولا کو ہر قسم کا حق حاصل ہوگیا، فرمایا گیا من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کا میں مولا ، اسکا علی مولا" چنانچہ اس فضیلت کی بناء پر 18 ذی الحجہ کو یوم عید غدیر ٹھہرایا گیا۔خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ عید غدیر کے ان تین دنوں میں شیعان علی کے کوئی گناہ نہ لکھے جائیں۔خواہ وہ کچھ بھی کریں۔

تعارف وتجدید متعہ:۔

کسی شیعہ مؤمن اور مؤمنہ کا کچھ رقم یا کسی اور شے کے معاوضہ پر معاملہ طے کر لینے پر کچھ وقت یا زیادہ وقت پر جب چاہے، خفیہ خاص جنسی تعلق قائم کرنا انفرادی متعہ کہلائے گا۔ یہ عین ثواب ہے کیونکہ اس میں نہ گواہوں کی ضرورت ہے، نہ اس میں طلاق ہوتی ہے، نہ نان نفقہ ہوتا ہے، نہ حقوق زوجیت کی طرح باہم وراثت ہوتی ہے، یہ تو صرف آئمہ کے طریقہ کی ترویج کے طور پر ثواب کی نیت سے کیا جاتا ہے۔

اجتماعی متعہ دَوریہ:۔

کنوارے یا غیر کنوارے مؤمنین جب چاہیں متعہ کی مذکورہ شرائط کے تحت صرف بانجھ مؤمنہ سے اجتماعی دوریہ کر سکتے ہیں کہ یہ اجتماعی ثواب کا باعث ہوگا (باب المتعہ جامع الکافی) مصائب النواصب از علامہ نور اللہ سوستری" شہید ثالث " کے حوالے سے تحریر ہے کہ .... ہمارے شیعوں کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے بہت سے مردوں کا ایک عورت سے ایک رات میں متعہ کرنا جائز کہا ہے خواہ اس عورت کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو تو اس سلسلے میں معترض نے بعض قیود میں خیانت کی ہے (جو شیعہ متعہ دوریہ میں لگاتے ہیں) ہمارے اصحاب شیعہ نے متعہ دوریہ اس عورت کے ساتھ مختص کیا ہے جسے حیض نہ آتا ہو، یہ عمل عام نہیں ہے کہ ہر عورت کے ساتھ کیا جائے خواہ وہ آئسہ ہو یا غیر آئسہ (بانجھ)

اے مؤمنین و مؤمنات! متعہ مولا علی اور آئمہ معصومین کا بے حد پسندیدہ اور مرغوب ترین طریقہ ہے اور اسکی پیروی کرنے والا ہر مرد و عورت مولی علی اور آئمہ معصومین و مطہرین و امام مہدی الغائب کی شفاعت کا بھرپور حقدار بن جائے گا، اور ان کی خوشنودی کی خاطر کوئی فرد ملت جعفریہ کا محروم نہ رہ جائے، چنانچہ تمام مجتہدین امامیہ نے متفقہ طور پر مثل سالہائے گزشتہ امسال بھی رات بھر اجتماعی متعہ دوریہ کا شغل بپا کرنے کا طے کیا ہے کہ عید غدیر (18 ذی الحجہ) کو تمام مؤمنین و مؤمنات اپنے اپنے علاقے کے امام بارگاہ میں تشریف لائیں اور برائے مہربانی اس کار خیر کے وسیع پیمانے پر نفاذ کے لیے اس دعوت کو زیادہ سے زیادہ مشتہر کریں۔ تاکہ تمام مؤمنین و مؤمنات اپنے حلقہء احباب، اور عزیز و اقارب کو بھی اس کار خیر

سے فیضیاب کرا کے شرف امام اور زیادہ ثواب حاصل کرسکیں۔

فضائل:۔

حضرت جعفر صادق اور حضرت امام محمد باقر بن زین العابدین کے واضح احکامات اور فرمودات ہیں کہ " جس عورت نے ایک بار متعہ کیا وہ فضیلت میں اس متعہ کے عوض امام حسین تک پہنچ جائے گی اور دوبارہ متعہ کرنے سے اسکا مرتبہ امام حسن تک , تین دفعہ متعہ کرنے سے وہ امام علی تک اور چار مرتبہ متعہ سے رسول کے مرتبہ تک وہ متعہ یافتہ عورت پہنچ جائے گی۔........ فرمایا صادق نے کہ " مستحب ہے مرد کے لیے کہ وہ تزویج متعہ کرے اور نہیں درست مرد کے لیے تم سے کہ وہ دنیا سے نکلے بغیر متعہ کئے ہر چند کہ یک بار گی ہی کیوں نہ ہو " (اصلاح الرسوم ص 136) * تحفۃ العوام میں حدیث ہے کہ عذاب نہ کیا جائے گا اس مرد وعورت پر جو متعہ کرے اور افضل بات ہے کہ عفیفہ عورت متعہ کرے۔ * تاریخی حقائق کی رو سے حضرت عبد اللہ بن حسن اور اس کے بعد مصعب بن زبیر سے طلاق ملنے کے بعد سکینہ بنت الحسین نے کئی نکاح دائمی و منقطع (متعہ) کیے (تاریخ تواریخ والآغانی جلد 14) * مولا علی مشکل کشا نے فرمایا کہ تحقیق تجھے کیا معلوم کہ میں نے رات تیری فلاں بہن کے ساتھ متعہ کیا , پس عمر کو اس واقعہ سے جو قلق اور خفگی حاصل ہوئی اس , عمر نے اسے مخفی رکھا اور جب اسے اقتدار حاصل ہوا تو اس نے متعہ کو حرام قرار دے کر اپنی بہن کا بدلہ لے لیا (شواہد الصادقین , مصنف حکیم سید احمد الموسوی ص 92 بحوالہ انوار نعمانیہ۔ نور طہارت وصلوٰۃ ص 23) * اور فرمایا صادق نے کہ نہیں ہے کوئی مرد جو متعہ کرے پھر غسل کرے , مگر یہ خدا خلق کرے گا ہر قطرہ غسل سے ستر لاکھ ملائکہ کو جو متعہ کرنے والے کے لیے تا قیامت استغفار کریں گے اور لعنت بھیجا کریں گے تا قیامت ان لوگوں پر جو اس متعہ سے اجتناب کرتے ہیں اور اس سے دور رہتے ہیں (اصلاح الرسوم ص 163)

خاص سہولتیں:۔

تحفہ العوام مقبول ص 226 پر حدیث ہے کہ زانیہ و فاحشہ سے خصوصا بازاری عورتوں سے متعہ کر کے توبہ لیں تو متعہ جائز ہو جائے گا۔ * بیوی کی بھتیجی اور پھوپھی سے متعہ بیوی کی اجازت

سے کرلے تو بڑا ثواب ہے۔ *متعہ کی مدت ایک گھنٹہ سے لیکر ایکدن, ایک ہفتہ, ایک ماہ, ایک سال, یاایک صدی بھی ہوسکتی ہے اور متعہ کا معاوضہ ایک چٹکی بھرآٹا اور ایک جو سے بھی ادا ہوجاتا ہے۔

شب بیداری میں شمولیت کے لیے لازمی ہے کہ غسل پاکیزہ اور معطر ہوکر آئیں, ساتھ اپنے سرخ یاسیاہ رنگ کا ایک ریشمی کپڑے کا ٹکڑا لائیں تاکہ" لفِ حریر " کی خلوت میں استعمال میں آئے, وہ مؤمنان جو باکرہ وعفیفہ ہیں ضرور شرکت کریں, اس سال فارسی النسل سیدزادوں کی شرکت متوقع ہے۔ انکے اکرام کی ذمہ داری ان مؤمنات کو ادا کرنے کا شرف بخشے جانے کا قوی امکان ہے, دیگر تمام مؤمنات کو بھی شمولیت کی اجازت ہے۔ متعہ دوریہ میں شرکت "اول آئیں, اول فیض پائیں" کے رائج قدیم طریقہ کے تحت ہوگی۔ سمجھ لیں کہ بہت ثواب ہوگا, بقول مولی علی۔

متعہ کی دعاء

صیغہ (مومنہ کہے) متعت نفسی فی المدۃ المعلومۃ یامؤمن (پھر شیعہ مؤمن کہے) قبلت نفسک للمتعۃ فی المدۃ المعلومۃ یا مؤمنۃ (باب المتعہ, جامع کافی) اسکے بعد زیر, زبر, پیش بلکہ الٹی پیش ہوجائیں تاکہ خوب ثواب پائیں۔ منجانب (المظاہر) خصوصی کمیٹی برائے اجتماعی متعہ دوریہ بروز عید غدیر۔

عطیہ اشتہار: تحریک احیاء فقہ جعفریہ

....

نوٹ: یہ اشتہار ہماری طرف سے شایع شدہ نہیں نہ اس میں درج باتوں کے ہم ذمہ دار ہیں اگر یہ اشتہار غلط ہے تو روافض اشتہار شائع کرنے والوں کے خلاف قانونی کاروائی کرے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی تاریخ وفات

35 ہجری یوم جمعہ 18 ذوالحجۃ کو 43 دن اسیر رہنے کے بعد آپؓ کو شہید کر دیا گیا۔

ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قتل عثمان رضی اللہ تعالی عنہ بالمدینۃ یوم الجمعۃ لثمان عشرۃ خلت من ذی الحجۃ (سد الغابۃ، ج3، ص489)

جمعہ کے دن مدینہ میں 18 ذوالحجہ کو حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا گیا۔

یہی بات محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ نے

(الریاض النصرۃ فی مناقب العشرۃ، ج3، ص64، دارالمعرفۃ بیروت) میں لکھی۔

ابن عساکرؒ متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

''قتل عثمان یوم الجمعۃ لثمان عشر من ذی الحجۃ''

(تاریخ دمشق، ج39، ص440 دارالمعرفۃ بیروت)

مورخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و کان ذالک لثمانی عشرۃ لیلۃ خلت من ذی الحجۃ علی المشھور

(البدایہ والنہایہ، ج7 ص212)

مشہور قول کے مطابق حضرت عثمان غنیؓ 18 ذوالحجۃ کو فوت ہوئے۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قتل لثمانی عشرۃ خلت من ذی الحجۃ یوم الجمعۃ

(تاریخ الاسلام للذہبیؒ، ج3 ص99)

مورخ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ متوفی 808ھ لکھتا ہے:

و کان قتلہ لثمان عشرۃ خلت من ذی الحجۃ

(تاریخ ابن خلدون، ج2، ص601)

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتا ہے:

و کان قتله لثمانی عشرة خلت من ذی الحجة

(الکامل فی التاریخ، ج2 ص545)

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بویع علی رضی اللہ عنه بالمدینة یوم الجمعة حین قتل عثمان لاثنتی عشرة لیلة بقیت من ذی الحجة (المنتظم، ج5 ص65)

علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مختلف سندوں کے ساتھ تاریخ شہادت 18 ذوالحجۃ لکھی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: (تاریخ طبری، ج4، ص415,416 دار التراث بیروت)

اسی طرح شیعہ عالم ملا باقر مجلسی نے بھی اپنی کتاب ''بحار الانوار، ج95 ص196، میں حضرت عثمان غنیؓ کی تاریخ شہادت 18 ذوالحجہ لکھی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

اماں عائشہ طیبہ طاہرہ عفیفہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نواب احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کا بھیانک عقیدہ

ان (اماں عائشہ) کا تنگ وچست لباس جس پر ان کے سینے کے ابھار جن کو دیکھ کر میرا دل مارے محبت کے پھٹ پڑتا استغفر اللہ

(ماخوذ حدائق بخشش حصہ سوم، ص ۳۴)

تفصیل کیلئے مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی مدظلہ العالی کی لاجواب کتاب ''مسلک اعلی حضرت'' کا مطالعہ کریں

عید غدیر حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی خوشی میں منائی جاتی ہے

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خوشی میں دشمنان صحابہؓ و اہل بیتؓ نے 18 ذوالحجہ کو ایک ناپاک رسم ''عید غدیر'' کے نام سے ایجاد کی اور یوں اس دن کو عید کے طور پر منا کر اپنے بغض صحابہ کا کھلم کھلا اظہار کرتے ہیں۔ شیعہ صدر المحققین محمد حسنین سابقی نجفی صدر مجلس علماء شیعہ پاکستان لکھتا ہے:

> ''جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ یہ عید جناب امیر المومنین کی خلافت ظاہری کے زمانہ سے منائی جاتی ہے تقیہ کے زمانے میں عمومی طور پر ان عنوان سے عید نوروز کو ترجیح رہی کیونکہ ۱۸ ذی الحجہ کی تاریخ ثالث کے یوم قتل کی تاریخ بھی تھی اور خلافت ظاہری کی اس خوشی کا اس دن کے حوالے سے منسوب کرنا ایک لحاظ سے خطرہ بھی تھا کہ ان پر تہمت نہ لگ جائے یہی وجہ ہے کہ بنی بویہ کی حکومت کا دور جو شیعیت کی تشہیر کا دور تھا اس میں یہ عید منائی جاتی تھی''۔

(رسوم الشیعہ فی میزان الشریعہ ص 305 طبع اول، ناشر اداہ جامعہ ثقلین احمد پور خانیوال ملتان مارچ 1996 ص 315 طبع دوم 2000)

شیعہ مجتہد کی عبارت پر غور کریں کہ وہ 18 ذوالحجہ کو ''عید غدیر'' کے نام سے خوشی منانا چاہ رہے تھے لیکن چونکہ اس وقت اہل سنت کا دور دورا تھا اور اسی دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا افسوس ناک واقعہ بھی تھا اس لئے کہیں ان کیلئے کوئی خطرہ پیدا نہ ہو جائے انہوں نے عید غدیر کو عید نوروز کی طرف پھیر دیا اور پھر آل بویہ کی حکومت میں جب شیعوں کا غلبہ ہوا تو اس عید غدیر کو 18 ذوالحجہ کو منایا جانے لگا جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے۔

عید غدیر کی اہمیت شیعہ مذہب میں

اسلام میں شرعی و اصطلاحی صرف دو عیدیں ہیں جس سے بچہ بچہ واقف ہے۔ایک عید الفطر دوسری عید الاضحیٰ۔اس کے علاوہ کسی عید کا کوئی تصور نہیں۔اگر کسی دن کو عید کہا گیا ہے تو وہ محض لغوی و تشریفی اعتبار سے کہا گیا ہے جیسے بعض اوقات کسی معظم و بڑے آدمی کو ''ابا جان'' کہہ دیا جاتا ہے تو اس سے کوئی بھی عقل مند آدمی تصور نہیں کرسکتا کہ اس ''ابا جان'' کا وہی حکم ہے جو اس کے نسبی والد کا ہے۔اس عید الغدیر کا ثبوت نہ تو قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور نہ ہی خلفاء راشدین، نہ ہی ائمہ مجتہدین وفقہاء عظام نے اس عید کو منایا۔شیعہ عالم شیخ وحجۃ عبد الحسین احمد الامینی نجفی نے کئی ہزار صفحات پر مشتمل 11 جلدوں میں ''الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب'' کے نام سے کتاب لکھی جو بیروت سے شائع ہوئی راقم کے پاس موجود ہے لیکن پوری کتاب میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود اس عید غدیر کو ثابت نہ کرسکا ہاں جعلی روایتوں کی بھرمار سے ہمیں انکار نہیں اور اس ساری کتاب کو بجائے عید غدیر ثابت کرنے کے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تبرا سے بھر دی

اس عید کی ابتداء کب ہوئی؟

اسلام کی تین صدیوں میں اس عید کا کوئی تصور نہ تھا

قارئین کرام! اسلام کی تین صدیوں میں اس عید کا کوئی تصور نہ تھا۔سب سے پہلے رافضی تبرا باز بادشاہ آل بویہ معز الدولہ نے اس بدعت کو 352ھ میں ایجاد کیا، چنانچہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اس صدی کے حالات میں لکھتے ہیں:

''وفیھا فی ثامن عشر ذی الحجۃ امر معز الدولۃ باظھار الزینۃ فی البلد واشعلت النیران بمجلس الشرطۃ واظھر الفرح وفتحت الاسواق باللیل کما یفعل لیالی الاعیاد فعل ذالک فرحا بعید الغدیر یعنی غدیر خم و ضربت الدبادب والبوقات وکان یوما مشھودا''۔

(تاریخ دمشق، ج7،ص280)

اور اسی سال اٹھارہ ذوالحجہ کو معز الدولہ نے حکم دیا کہ شہر میں زینت کا اظہار کیا جائے۔ اور پولیس کی محفلوں میں آگ جلائی گئی۔ خوشی کا اظہار کیا گیا اور راتوں کو بازاریں کھول دئے گئے جس طرح عید کی راتوں کو ہوا کرتا ہے یہ سب عید غدیر یعنی غدیر خم کی خوشی میں کیا گیا اور بگلیں بجائی گئیں اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس دن حاضر ہوئی۔

اسی بات کو ابو محمد عفیف الدین عبد اللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان یافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 768ھ نے "مرآۃ الجنان مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت" کی جلد دوم ص 261 پر لکھا۔

اسی واقعہ کو مقریزی رحمۃ اللہ علیہ یوں لکھتا ہے:

"ولثمانی عشرۃ من ذی الحجۃ وھو یوم غدیر خم تجمع خلق من اھل مصر والمغاربۃ للدعاء فاعجب المعز ذالک وکان ھذا اول ما عمل عید الغدیر بمصر"

(اتعاظ الحنفاء باخبار الآئمۃ الفاطمیین الخلفاء، ج1ص142)

18 ذوالحجہ کو غدیر خم کے دن اہل مصر و دیار مغرب کے لوگ دعا کیلئے جمع ہوئے معز الدولہ کو یہ منظر بڑا عجیب لگا اور یہ پہلا آدمی تھا جس نے اس کام کو مصر میں کیا۔

نیز البدایۃ والنہایہ میں بھی اس کو تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

معز الدولہ رافضی کا تعارف

یہ وہ بد بخت رافضی تھا جو جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تبرا کرتا تھا۔ سب سے پہلے یوم عاشورآء دس محرم الحرام کا شیعی جلوس اسی نے ایجاد کیا۔ چنانچہ تاریخ میں ہے:

"سنۃ اثنتین و خمسین و ثلاثمائۃ فیھا یوم عاشورآء الزم معز الدولۃ اھل بغداد بالنوح و الماتم علی الحسین رضی اللہ تعالی عنہ و امر بغلق الاسواق و علقت علیھا المسوح و منع الطباخین من عمل الاطعمۃ و خرجت نسآء الرافضۃ منشرات الشعور مضمخات الوجوہ یلطمن و یفتن الناس و ھذا اول ما

نیح علیہ اللھم ثبت علینا عقولنا"۔

(شذرات الذہب فی اخبار من ذھب، ج4،ص 273، دار ابن کثیر بیروت)

سنہ 352ھ کے عاشورا کے دن معز الدولہ نے اہل بغداد کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم اور نوحہ کرنے کا حکم دیا اور بازاریں بند کرنے کا حکم دیا اور ان پر ٹاٹیں آویزاں کر دی گئیں اور کھانا پکانے والوں کو اپنے کام سے روک دیا گیا اور روافض کی عورتیں بکھرے بالوں اور آلودہ چہروں کے ساتھ اپنے اپنا منہ پیٹتی ہوئی اور لوگوں کو فتنے میں ڈالتی ہوئی نکل آئیں۔ اور یہ پہلا موقعہ تھا جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نوحہ اور ماتم کیا گیا اے اللہ ہماری عقلوں کو برقرار فرما۔

مورخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فی عاشر المحرم من ھذہ السنۃ امر معز الدولۃ بن بویہ قبحہ اللہ ان تغلق الاسواق و ان یلبس الناس المشوح من الشعر و ان تخرج النساء حاسرات عن وجوھھن ناشرات شعورھن فی الاسواق یلطمن وجوھھن ینحن علی الحسین بن علی ففعل ذالک و لم یمکن اھل السنۃ منع ذالک لکثرۃ الشیعۃ و کون السلطان منھم و فی ثامن عشر ذی الحجۃ منھا امر معز الدولۃ باظھار الزینۃ ببغداد و ان تفتح الاسواق باللیل کما فی الاعیاد و ان تضرب الدبادب و البوقات و ان تشغل النیران بابواب الامراء و عند الشرط فرحا بعید الغدیر غدیر خم فکان وقتا عجیبا و یوما مشھودا و بدعۃ ظاھرۃ منکرۃ (البدایہ والنہایہ، ج15،ص 261)

اسی سال دس محرم کو (یعنی 352 ہجری) معز الدولہ (اللہ تعالی اس کا برا حشر کرے) نے بازاروں کے بند کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ عورتیں بالوں کے کمبل پہن کر ننگے سر بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ چہروں پر طمانچہ مارتی ہوئی حسین بن علی پر نوحہ کرتی ہوئی بازاروں میں جلوس نکالیں۔ اس زمانہ میں شیعوں کے غلبہ اور بادشاہ کے ان کے موافق ہونے کی وجہ سے اہل سنت کیلئے انہیں روکنا ممکن نہ ہوسکا۔۔ یہ بڑا عجیب وقت تھا کہ اس وقت ان بدعات قبیحہ کا ظہور ہو رہا تھا۔

مورخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ 351 ہجری کے سن میں اس معز الدولۃ کی سیاہ بختیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

و فی ھذہ السنۃ کتبت العامۃ من الروافض علی ابواب المساجد ببغداد: لعن اللہ معاویۃ بن ابی سفیان، و لعن من غضب فاطمۃ، یعنون ابابکر رضی اللہ عنہ، و من اخرج العباس من الشوری، یعنون عمر رضی اللہ عنہ، و من نفی ابا ذر یعنون عثمان رضی اللہ عنہ و من منع دفن الحسن عند جدہ یعنون مروان بن الحکم و لما بلغ ذالک معز الدولۃ لم ینکرہ و لم یغیرہ ثم بلغہ ان اھل السنۃ محوا ذالک فامر بان یکتب لعن اللہ الظالمین لآل محمد من الاولین و الآخرین و التصریح باسم معاویۃ فی اللعن فکتب ذالک قبح اللہ معز الدولۃ و شیعتہ من الروافض ۔۔۔۔ و لا جرم ان اللہ لا ینصر امثال ھولآء۔

(البدایۃ النہایہ، ج15، ص255)

اسی سال رافضیوں نے مساجد کے دروازوں پر مختلف نعرے لکھے جن میں سے چند یہ ہیں (۱) حضرت معاویہ پر لعنت ہو (۲) حضرت فاطمہ کے حق کے غاصب یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اللہ کی لعنت ہو (۳) حضرت عباس کو شوری سے نکالنے والوں پر یعنی فاروق رضی اللہ عنہ پر اللہ کی لعنت ہو (۴) ابو ذر کو جلاوطن کرنے والے یعنی عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر لعنت ہو (۵) حضرت حسن کو ان کے نانا جان کے پاس دفن نہ کرنے والے والوں (یعنی مروان بن الحکم و اماں عائشہ رضی اللہ عنہا) پر اللہ کی لعنت ہو (معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد)۔ (ابن کثیر رحمہ اللہ اس کے بعد لکھتے ہیں) اللہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہو اور ان پر لعنت کرنے والوں پر لعنت ہو جب معز الدولہ کو ان نعروں کا علم ہوا تو اس نے اس پر کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی ان کو ختم کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد معز الدولہ کو اطلاع ہوئی کہ مسلمانوں نے ان عبارتوں کو مٹا دیا ہے تو اس نے اس کی جگہ یہ عبارت لکھنے کا حکم دیا: شروع سے لیکر آخر تک آل محمد پر ظلم کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو اور ساتھ ہی (معز الدولہ نے) اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کی صراحت کی

اللہ تعالی اسے اور تمام رافضیوں کو برباد کرے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ اس قسم کے لوگوں کی مدد نہیں کرتا۔

ایسے بد باطن شخص نے اس عید کو ایجاد کیا اور آج اس بدفطرت کی ایجاد کردہ اس بدعت کو معاذ اللہ شعار اسلام میں سے رافضی شمار کر رہے ہیں۔ بہر حال اس سے اتنی بات تو ثابت ہوگئی کہ اسلام کی تین صدیوں میں اس عید کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اب آئیے ہم خود شیعہ کتب سے حوالہ جات نقل کرتے ہیں کہ وہ کام جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نہیں کیا وہ بدعت ہے۔

عید غدیر بدعت ہے، بدعت کیا ہے شیعہ کتب سے

ما قبل میں آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ اسلام کی تین صدیوں میں اس عید کا کوئی تصور نہ تھا اور خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم میں سے کسی نے بھی اس بدعت کو نہیں منایا۔ ایک تبرا باز رافضی بادشاہ نے اس کو ایجاد کیا۔ اب ملاحظہ فرمائیں کہ شیعہ کے ہاں سنت کسے کہا جاتا ہے اور بدعت کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک خطبے کے دوران پوچھا گیا کہ اہل السنۃ، اہل الفرقۃ اور اہل البدعۃ کون ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''اما اھل الجماعۃ من اتبعنی و ان قلوا، ـــــ و اھل الفرقۃ المخالفون لی و لمن اتبعنی ان کثروا، و اما اھل السنۃ فالمتمسکون بما سنہ اللہ لھم و و ان قلوا، و اما اھل البدعۃ فالمخالفون لامر اللہ و لکتابہ و لرسولہ العاملون برایھم و اھوائھم و ان کثروا'' (الاحتجاج للطبرسی، ج1، ص282)

بہر حال اہل جماعۃ وہ ہیں جو میری اتباع کریں اگرچہ تعداد میں کم ہو اور اہل فرقہ وہ ہیں جو میرے اور میرے متبعین کے مخالف ہوں اگرچہ تعداد میں زیادہ ہوں اور بہر حال اہل السنۃ تو وہ تمسک کرنے والے ہیں جو اللہ نے ان کیلئے اختیار کیا اگرچہ تعداد میں کم ہوں اور بہر حال اہل بدعت وہ ہیں جو مخالفت کرنے والے ہیں اللہ کے حکم اور اس کے کتاب کی اور اس کے رسول کی جو عمل کرنے والے ہیں اپنی رائے اور اپنی خواہشات پر اگرچہ کثرت میں ہوں۔

اب ہم روافض سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کہاں ''عید غدیر'' کو مشروع کیا ہے؟ کوئی آیت کوئی حدیث قدسی ہو تو پیش کرو نہیں تو قرآن وحدیث کی صریح مخالفت سے باز آجاؤ۔

شیخ طوسی لکھتا ہے:

''والبدعة ما ابتدع من الدين و غيره و جمعها بدع و في الحديث كل بدعة ضلالة'' (التبیان للطوسی، ج1 ص475)

بدعت وہ ہے جو دین میں ایجاد کی جائے اور اس کی جمع بدع ہے اور حدیث میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

> ''عامہ و خاصہ کے طریقے سے حدیث متواترہ وارد ہوئی ہے کہ ہر بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت کی راہ جہنم کی جانب ہے صحیح مسلم میں جابر سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ اپنے خطبے میں فرماتے تھے کہ بہترین کلام کتاب خدا ہے اور بہترین ہدایت ہدایت محمدؐ ہے اور بدترین امور وہ ہیں جو نئے پیدا ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے ۔۔۔اور جامع الاصول میں صحیح ترمذی اور ابو داؤد سے مروی ہے ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خبردار ان امور سے پرہیز کرو جو دین میں نئے پیدا ہوئے ہوں کیونکہ ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے ۔۔۔عبادت میں کوئی خاص صورت ایجاد کریں جیسے طواف کو جماعت کے ساتھ کریں یا عبادت کے کسی خاص عدد کو کسی مخصوص وقت میں سنت قرار دیں جیسے نماز چاشت (سورج نکلنے کے بعد) جو عمر کی دوسری بدعت ہے یہ سب حرام ہے''۔

(حق الیقین، ج1 ص271، مترجم بشارت حسین مطبوعہ مجلس علمی پاکستان)

ملا باقر مجلسی کے بقول دین میں نئی بات پیدا کرنا بدعت ہے اور کوئی خاص عبادت ایجاد کرنا بدعت و حرام ہے۔ اب یاد رہے کہ عید غدیر کا دین میں کوئی وجود نہیں اسے تیسری صدی ہجری میں بطور عبادت کے آل بویہ شیعوں نے ایجاد کیا لہذا اس اصول سے اس کا منانا یعنی تعظیم

کرنا حرام و نا جائز ہو گا۔
شیعہ مجتہد شیخ محمد حسین نجفی ڈھکو بدعت کی تعریف پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے:

''حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے (اصول کافی) جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک بار جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برسر منبر فرمایا یا معشر المسلمین ان افضل الھدی ھدی محمد و خیر الحدیث کتاب اللہ و شر الامور محدثتھا الا و کل بدعة ضلالة و کل ضلالة ففی النار یعنی افضل ترین ہدایت حضرت محمدؐ کی ہدایت ہے اور بہترین حدیث کتاب خدا ہے بدترین امور وہ ہیں جو نو ایجاد ہوں خبر دار ہر بدعت گمراہی ہے خبر دار ہر گمراہی جہنم میں ہے (بحار الانوار جلد ۱)۔۔۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے فرمایا من احدث فی الاسلام او اوی محدثا فعلیہ لعنة اللہ و الملائکة و الناس اجمعین جو شخص دین میں کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔۔۔۔

بدعت کسے کہتے ہیں۔حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں البدعة ما احدث من بعدہ بدعت ہر وہ چیز ہے (عقیدہ ہو یا عبادت) جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایجاد کی جائے (بحار الانوار جلد ۱)۔۔۔اور حضرت علامہ مجلسی اسی سلسلے میں رقمطراز ہیں ہر وہ رائے ہر وہ دین ہر وہ حکم ہر وہ عبادت جو خصوصی یا عمومی طور پر شارع علیہ السلام سے وارد نہ ہو وہ بدعت ہے (بحار الانوار جلد ۱)''۔

(اصلاح الرسول الظاہرة،ص 12,13)

''بعض محقق علماء نے بدعت کی تعریف بایں الفاظ کی ہے ادخال ما لیس من الدین فی الدین یعنی ہر وہ چیز جو دین میں داخل نہ ہو اسے دین میں داخل کرنا''۔(اصلاح الرسول الظاہرة،ص 14,15)

ہر قسم کی بدعت شیعہ مذہب میں حرام ہے

یہی مجتہد ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

مذہب شیعہ خیر البریہ میں ہر قسم کی بدعت، ہر قسم کی ذاتی رائے اور ہر قسم کے قیاس وخیال پر عمل کرنا حرام قرار دیا گیا ہے"۔

(اصلاح الرسول الظاہرۃ،ص 11)

اور لکھتا ہے:

"ان حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح اور عیاں ہو جاتی ہے کہ بعض لوگ جو بدعت کی مختلف اقسام بیان کرتے ہیں (۱) بدعت حسنہ (۲) بدعت سیئہ یا بالفاظ دیگر دوسرے فقہی اقسام خمسہ کی طرح بدعت کی پانچ قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) واجب (۲) حرام (۳) مستحب (۴) مکروہ (۵) اور مباح سابقہ حقائق سے معلوم ہوگیا کہ ہر وہ چیز جس پر شرعا بدعت کا اطلاق ہوتا ہے اس کی صرف اور صرف ایک ہی قسم ہے اور وہ ہے حرام"۔

((اصلاح الرسول الظاہرۃ،ص 14)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ شیعہ مذہب میں ہر وہ کام بدعت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے بعد ایجاد کیا جائے یا ہر وہ کام وعبادت جس پر رسول اللہ ﷺ کا حکم موجود نہ ہو۔ اور حکم اس کا "حرام" ہونا ہے۔

چیلنج

اب پوری دنیائے شیعیت کو میرا چیلنج ہے کہ بدعت کی مندرجہ بالا تفصیل کی رو سے "عید غدیر" کی اس ناپاک و دل آزار بدعت کو سنت رسول ﷺ سے ثابت کر دے اور منہ مانگا انعام وصول کرے بصورت دیگر فوراً اس خرافاتی عملِ حرام سے توبہ کرے۔

عید غدیر کے نام پر شیعی جعلی روایات وفضائل

قارئین کرام! رافضی حضرات جھوٹ بولنے میں ید طولی رکھتے ہیں ان کے ہاں جھوٹ ''تقیہ'' کے نام سے ایک بہت بڑا دینی فریضہ ہے۔ رافضیوں نے سینکڑوں جعلی روایات گھڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ کی طرف منسوب کی صرف حضرت علی علیہ السلام کے فضائل پر تین ہزار سے زائد روایات گھڑی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سنی اصول حدیث میں یہ اصول مصرح ہے کہ اگر روایت کا راوی رافضی ہو اور وہ روایت اس کے مذہب کی تائید کرتی ہو تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں کیونکہ شیعہ اپنے مذہب کی تائید میں روایات بنانے سے ذرا بھی نہیں شرماتے۔ عید غدیر کا بھی یہی حال ہے انہیں جب اس بدعت پر قرآن وصحیح احادیث اور اجماع امت سے کچھ نہ ملا تو جعلی روایات بنا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب کر دیں۔

شیعہ حضرات کے ہاں یہ جعلی بناوٹی اور بدعتی ''عید غدیر'' معاذ اللہ عید الفطر وعید الاضحی سے بھی افضل ہے۔ بہر حال ہمارے نزدیک تو ان سب روایات کا سیدھا وسادھا جواب تو یہ ہے کہ ''موضوع''، لیکن ہم اتمام حجت کیلئے ان روایات کا جعلی ہونا خود شیعہ اسماء الرجال سے ثابت کرنے جا رہے ہیں۔ سوملاحظہ ہو۔

{پہلی روایت}: یوم غدیر خم افضل اعیاد امتی (الغدیر، ج 1 ص 334)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عید غدیر میری امت کی سب سے افضل عید ہے۔

اس کی سند کا حال

اس کو روایت کرنے والا فرات ابن ابراہیم کوفی متوفی 307 سنہ ھ کے بارے میں خود صاحب غدیر نے ''صاحب قرن الثالث'' کا لفظ استعمال کیا گویا پوری سند شروع ہی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک منقطع ہے۔ تیسری صدی کا آدمی صرف دو تین راویوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کر رہا ہے اس سے بڑا جھوٹ اور کیا ہوگا؟۔

{دوسری روایت}: و فی تفسیر فرات بن ابراھیم الکوفی فی سورۃ المائدہ عن

جعفر بن محمد الازدی عن محمد بن الحسین الصایغ عن الحسن بن علی الصیرفی عن محمد البزار عن فرات ابن احنف عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال قلت جعلت فداک للمسلمین عید افضل من الفطر و الاضحی و یوم الجمعة و یوم عرفة ؟ قال فقال لی نعم افضلها و اعظمها و اشرفها عند اللہ منزلة هو الیوم الذی اکمل اللہ فیه الدین و انزل علی نبیه محمد (الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا قال قلت و ای یوم هو ؟ قال فقال لی ان انبیاء بنی اسرائیل کانوا اذا ارادا احدهم ان یعقد الوصیة و الامامة من بعده ففعل ذالک جعلوا ذالک الیوم عیدا و انه الیوم الذی نصب فیه رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم علیا للناس علما و انزل فیه ما انزل و کمل فیه الدین و تمت فیه النعمة علی المومنین (الغدیر، ج1،ص336)

اس جعلی روایت کی سند کا حال

اس میں ایک راوی ”فرات بن احنف“ خود شیعوں کے ہاں غالی مفرط اور کذاب آدمی ہے ملاحظہ ہوں حوالہ جات:

”یرمی بالغلو و التفریط ۔۔۔ کوفی روی عن علی بن الحسین و ابی جعفر و ابی عبداللہ (علیهم السلام) کمازعموا غال، کذاب لایرتفع به و لایذکرہ

(نقد الرجال للتفرشی، ج4،ص13، مجمع الرجال، ج5،ص13، منتہی المقال فی احوال الرجال ،ج18،ص424)

اسی طرح علامہ ذہبیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ غالی قسم کا شیعہ تھا اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت علیؓ بادلوں میں ہے اور ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ اس سے روایت لینا جائز نہیں۔

(لسان المیزان، ج6،ص318)

ایک راوی ہے ”محمد بن الحسین بن سعید الصایغ“ اس کے بارے میں تقی الدین الحلی لکھتا ہے: ”ضعیف جدا غال“ (کتاب الرجال ،ج1،ص272) بہت زیادہ ضعیف غالی قسم کا راوی

ہے۔

{تیسری روایت}:و فی الکافی لثقة الاسلام الکلینی ج1ص 303عن علی ابن ابراهیم عن ابیه عن القاسم بن یحیی عن جده الحسن بن راشد عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال قلت جعلت فداک للمسلمین غید غیر العیدین قال نعم حسن اعظمهما و اشرفهما قلت و ای یوم هو قال یوم نصب امیر المومنین علیه السلام علما للناس (ایضاص 336)

اسی روایت میں آگے چل کر ہے:

قلت فما لمن صامه؟قال صیام ستین شهرا (الغدیر،ج1ص 337)

میں نے پوچھا جو اس دن روزہ رکھے اس کیلئے کیا اجر ہے فرمایا ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب ہے۔

کلام:

اس میں ایک راوی القاسم بن یحیی بن الحسن بن الاشد مولی المنصور روی عن جدہ ضعیف (رجال الحلی،ص 267 وایضا جامع الرواۃ)

{چوتھی روایت}:و فی الکافی ایضا ج1ص 204عن سهل بن زیاد عن عبد الرحمن بن سالم عن ابیه قال سالت ابا عبد اللہ علیه السلام ۔۔۔۔فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوصی امیر المومنین علیه السلام ان یتخذوا ذالک الیوم عیدا و کذالک کانت الانبیاء تفعل کانوا یوصون اوصیائهم بذالک فیتخذوانه عیدا (ایضاص 337)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رض کو اس دن عید کے طور پر منانے کی وصیت کی اور یہ انبیاء کا طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے اوصیاء کو اس دن کی وصیت کرتے ہیں سو وہ اسے عید کے دن کے طور پر مناتے ہیں۔

اس روایت کی سند پر نظر

اس میں ایک راوی عبد الرحمن بن سالم بن عبد الرحمن الاشل کو ابو القاسم خوئی نے ''ضعیف'' شمار کیا ہے۔(معجم رجال الحدیث، ج10،ص357)اسی طرح تفرشی نے نقد الرجال ج3 ص47اور طرائف المقال فی معرفۃ طبقات الرجال میں بھی اس کو ضعیف لکھا ہے۔

اسی طرح اس میں ایک راوی سھل بن زیاد ہے یہ بھی ''ضعیف جدا'' ہے۔(رجال النجاشی)

{پانچویں روایت}:باسناده عن الحسين بن الحسن الحسينى عن محمد بن موسى الهمدانى عن على بن حسان الواسطى عن على بن الحسين العبدى قال سمعت اباعبد الله عليه السلام يقول صيام يوم غدير خم يعدل عند الله فى كل عام مائة حجة و مائة عمرة مبرورات متقبلات وهو عيد الاكبر ۔(الغدیر ،ج1،ص337)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ عید غدیر کے دن روزہ رکھنا اللہ کے ہاں سو مقبول حج و عمروں کے برابر ثواب رکھتا ہے اور یہ سب سے بڑی عید ہے۔

اس روایت کا حال

اس میں محمد بن موسیٰ الہمدانی کے بارے میں شیخ صدوق کی رائے سن لیں:

و اما خبر الصلوة يوم غدير خم الثواب المذكور فيه لمن صامه فان شيخنا محمد بن الحسن (رضى الله تعالى عنه) كان لا يصححه و يقول انه من طريق محمد بن موسى الهمدانى و كان كذابا غير ثقة

(من لا یحضرہ الفقیہ ج2،ص60،باب صوم التطوع وثوابہ من الایام ذیل الحدیث 1816)

جہاں تک یوم غدیر کی نماز اور روزہ اور اس کی فضیلت میں مروی روایت ہے تو ہمارے شیخ محمد بن حسنؓ اس روایت کو درست نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ محمد بن حسن ہمدانی کے طریق سے مروی ہے جو کہ کذاب غیر ثقہ راوی ہے۔

{چھٹی روایت}:و فى المصباح لشيخ الطائفة الطوسى ص 513عن داود الرقى عن ابى هارون عمار بن حريز العبدى قال دخلت على ابى عبد الله عليه السلام

فی الیوم الثامن عشر ذی الحجه فو جدته صائما فقال لی هذا یوم عظیم عظم الله حرمته علی المومنین و اکمل لهم فیه الدین و تمم علیهم النعمة و جدد لهم مااخذ علیهم من العهد و المیثاق فقیل له ماثواب صوم هذاالیوم؟قال انه یوم عید و فرح و سرور و یوم صوم شکرا لله و ان صومه یعدل ستین شهرا من اشهر الحرم
(الغدیر، ج1،ص338)

اس کی سند کا حال

اس میں ایک راوی داود بن کثیر الرقی سخت قسم کا ضعیف راوی ہے غالی قسم کے لوگ اس سے روایت کرتے ہیں اور اس کی کوئی روایت درست نہیں فاسد المذہب ہے اس کی روایت کی طرف کسی قسم کا التفات نہ کیا جائے۔

قال النجاشی ضعیف جدا و الغلاة تروی عنه۔۔ قال احمد بن عبد الواحد مارایت له حدیثا سدیدا (رجال النجاشی،ص156)

الغضائری یقول فی حقه کان فاسد المذهب ضعیف الروایة لا یلتفت الیه
(کلیات فی علم الرجال للشیخ السجانی،ص245)

محمد بن اسمعیل مازندرانی رافضی اس کی توثیق ثابت کرنے کیلئے زور لگانے کے باوجود اپنا فیصلہ یوں سناتا ہے کہ اس کے بارے میں ''توقف'' راجح ہے۔
و عندی فی امره توقف (منتہی المقال ج3 ص209)

خلاصہ کلام

اس تمام تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ اہل سنت کے ہاں تو یہ روایات جعلی ہیں لیکن خود شیعہ کے ہاں بھی یہ روایات ایسے راویوں سے مروی ہیں جو کذاب، سخت قسم کے ضعیف، غالی، فاسد المذہب لوگ ہیں اب رافضیوں کو کچھ تو خدا کا خوف کرنا چاہیئے کہ ایسی جعلی روایتوں کی بنیاد پر وہ اسے شعار اسلام سے بھی بڑی عید معاذ اللہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

عید غدیر کا جشن وخوشی فعل حرام ہے شیعہ کتب کے اصول سے

قارئین کرام! آپ نے ماقبل میں جعلی روایات کے ضمن میں یہ ملاحظہ فرمایا کہ بقول شیعہ یہ عید سب سے بڑی وسب سے اہم عید ہے اور اس دن روزہ رکھنا ساٹھ مہینے روزہ رکھنے کے برابر ہے اور اس دن کا روزہ سو مقبول حجوں وعمروں کے برابر ثواب رکھتا ہے۔ مگر دوسری طرف شیعہ فقہ میں ہے کہ عید کے دن روزہ رکھنا حرام کام ہے۔ اب اگر چھوٹی عید (بقول رافضی) عید الفطر وعید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا حرام ہے تو سب سے بڑی عید کے دن تو روزہ رکھنا بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا۔ اب رافضی تسلیم کریں کہ ماقبل میں ذکر کردہ ساری روایات جعلی و بناوٹی ہیں اور رافضی علماء عید غدیر کے نام پر ایک فعل حرام وگناہ اپنی قوم سے کروا رہے ہیں۔

قال ابو عبد اللہ علیہ السلام نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عن صوم ستۃ ایام العیدین و ایام التشریق و الیوم الذی یشک فیہ من شھر رمضان۔

(الاستبصار للطوسی، ج 3 ص 141 کتاب الصیام)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھ دن کے روزوں سے منع فرمایا عید کے دن کا روزہ ایام تشریق کا روزہ اور شک والے دن کا روزہ۔

طوسی نے اپنی کتاب میں یہ باب باندھا

باب تحریم صوم یوم العیدین

باب عیدین کے روز روزہ رکھنے کی حرمت کے بیان میں

اسی طرح شیخ صدوق روایت لاتا ہے کہ زہری حضرت حسین بن علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ:

و اما صوم الحرام فصوم یوم الفطر و یوم الاضحی

(من لا یحضر الفقیہ، ج 2 ص 53 موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)

حرام روزوں میں سے عید الفطر وعید الاضحی کے دن کا روزہ ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جب شیعہ مذہب میں عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے تو ماقبل میں ذکر کردہ عید غدیر کی روایات جس میں روزہ رکھنے پر ثواب کا ذکر ہے یا تو جعلی ہیں یا شیعہ مذہب

والے اپنے ماننے والوں سے حرام کام کروا رہے ہیں۔

عید غدیر کا پس منظر

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ ہم عید غدیر دراصل حضرت علیؓ کی خلافت کے اعلان کی خوشی میں مناتے ہیں حج سے واپسی پر چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کیلئے فرمایا کہ: من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' جس کا میں مولی اس کا مولی علی تو اس سے آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی ولایت یعنی خلافت ثابت ہوئی اور یہ واقعہ 18 ذوالحجہ کا ہے اس لئے ہم اس دن عید مناتے ہیں۔

الجواب بعون الوهاب

قارئین اہل سنت اس حدیث کے متعلق چند بنیادی باتیں بیان کی جاتی ہیں تاکہ اصل مفہوم واضح ہو اور شیعہ استدلال کی قلعی کھل سکے۔

پہلی بات

ہمارا سوال یہ ہے کہ بالفرض اس سے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت ہی ثابت ہو رہی ہے تب بھی ہر سال ''عید غدیر'' کہاں ثابت ہوگئی؟ کیا اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا خلفائے ثلاثہ یا حضرت علی یا امامین کریمین حسن وحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین ولعن اللہ علی اعدائھم نے کبھی اس دن کو بطور عید منایا؟

دوسری بات:

اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت بلافصل پر استدلال جہالت وحماقت کے سوا کچھ نہیں۔ جہاں تک روایت کی اسنادی حیثیت تو یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے، بعض صحیح اور بعض حسن درجہ کی ہیں۔

1: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واما حديث من كنت مولاه فعلي مولاه فقد اخرجه الترمذي والنسائي وهو

کثیر الطرق جدا و قد استوعبها ابن عقدۃ فی کتاب مفرد و کثیر من اسانیدھا صحاح و حسان. (فتح الباری: ج7،ص74)

2: حافظ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و بیانه انه حدیث صحیح لا مریة فیه و قد اخرجه جماعة کالترمذی و النسائی و احمد و طرقه کثیرۃ جدا. (الصواعق المحرقہ،ص42)

تیسری بات:

خطبہ غدیر کا وقت اور موقع محل

فتح مکہ کے بعد لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئے (کما قال تعالیٰ: ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً) دین اسلام کی تکمیل ہو رہی تھی یہاں تک کہ حجۃ الوداع جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری اور اہم سفر تھا، میں 9 ذی الحجہ کو آیت "الیوم اکملت لکم دینکم الخ" نازل ہوئی، اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دین اسلام کے بنیادی اصولوں، امت کو پیش آنے والی گمراہیوں سے بچانے والی نصیحتوں اور ارشادات سے نوازا تاکہ امت باہمی اختلافات سے محفوظ رہ کر صراط مستقیم پر گامزن رہے۔

حجۃ الوداع سے واپسی پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان "جحفہ" کے قریب ایک تالاب کے کنارے درختوں کے سائے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑاؤ ڈالا، یہ جگہ "وادی خم" اور "غدیر خم" کے نام سے معروف ہے، نماز کا اعلان کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی اور اس کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہی خطبہ "حدیث غدیر" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اتوار کا دن تھا اور ذی الحجہ کی 18 تاریخ تھی۔ (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ج 4 ص 414)

چوتھی بات

خطبہ دینے کی ضرورت کیوں پیش آئی

آنحضرت ﷺ حجۃ الوداع کے موقعہ پر 4 ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں تشریف لائے، حرم مکہ پہنچ کر عمرہ کے ارکان ادا فرمائے، اور پھر چار دن تک مکہ میں قیام فرمایا، انہی چار دنوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ (جو رمضان 10 ھ سے یمن تشریف لے گئے ہوئے تھے) واپس مکہ مکرمہ پہنچے اور وہ خمس حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جسے لانے کے لیے حضور ﷺ نے انہیں یمن روانہ کیا تھا، اس سفر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض ساتھیوں کو آپ رضی اللہ عنہ سے چند شکایتیں ہوگئی تھیں جن کا تذکرہ ان ساتھیوں نے آنحضرت ﷺ سے کیا تو حضور ﷺ نے ان شکایات کے ازالہ کے لیے یہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔

ان روایات کو حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے

''باب بعث رسول اللہ ﷺ علی بن ابی طالب و خالد بن ولید رضی اللہ عنہما الی الیمن قبل حجۃالوداع'' کے تحت جمع کیا ہے۔ چند روایات یہ ہیں:

1: عن ابی بریدۃ قال: أبغضت علیا بغضا لم أبغضه أحدا قط، قال: و أحببت رجلا من قریش لم أحبه إلا علی بغضه علیا قال فبعث ذلک الرجل علی خیل فصحبته ما أصحبه إلا علی بغضه علیا قال فأصبنا سبیا قال فکتب (ای حاکم الیمن خالد بن الولید) إلی رسول اللہ ﷺ أبعث إلینا من یخمسه قال فبعث إلینا علیا وفي السبي وصیفة من أفضل السبي. قال: فخمس و قسم فخرج و رأسه یقطر فقلنا: یا أبا الحسن ما هذا؟ فقال ألم تروا إلی الوصیفة التي کانت في السبي، فإني قسمت، و خمست فصارت في الخمس، ثم صارت في أهل بیت النبي ﷺ ثم صارت في آل علي و وقعت بها، قال، فکتب الرجل إلی نبي ﷺ فقلت أبعثني فبعثني مصدقا فجعلت أقرأ الکتاب و أقول له صدق قال: فأمسک یدي و الکتاب فقال: "أتبغض علیا" قال: قلت نعم؟ قال "فلا تبغضه و إن کنت تحبه فازدد له حبا

فو الذي نفس محمد بيده لنصيب آل علي في الخمس أفضل من وصيفة" قال: فما كان من الناس أحد بعد قول النبي ﷺ أحب إلي من علي. (البداية والنهاية: ج5 ص121)

2: عن خاله عمرو بن شاس الاسلمي وكان من أصحاب الحديبية قال: كنت مع علي بن أبي طالب في خيله التي بعثه رسول ﷺ إلى اليمن فجفاني علي بعض الجفاء. فوجدت في نفسي عليه فلما قدمت المدينة، اشتكيته في مجالس المدينة وعند من لقيته، فأقبلت يوما ورسوله الله جالس في المسجد، فلما رآني أنظر إلى عينيه نظر إلي حتى جلست إليه فلما جلست إليه قال: "إنه والله يا عمرو بن شاس لقد آذيتني" فقلت: إنا لله وإنا إليه راجعون، أعوذ بالله والاسلام أن أوذي رسول الله فقال: "من آذى عليا فقد آذاني" (البداية والنهاية: ج5 ص121)

3: عن أبي سعيد الخدري. أنه قال: بعث رسول الله علي بن أبي طالب إلى اليمن. قال أبو سعيد، فكنت فيمن خرج معه، فلما أخذ من إبل الصدقة، سألناه أن نركب منها ونريح إبلنا - وكنا قد رأينا في إبلنا خللا - فأبى علينا، وقال: إنما لكم فيها سهم كما للمسلمين. قال، فلما فرغ علي وانطفق من اليمن راجعا، أمر علينا إنسانا وأسرع هو وأدرک الحج، فلما قضى حجته، قال له النبي ﷺ ارجع إلى أصحابک حتى تقدم عليهم" قال أبو سعيد: وقد كنا سألنا الذي استخلفه ما كان علي منعنا إياه ففعل، فلما عرف في إبل الصدقة أنها قد ركبت، ورأى أثر الركب، قدم الذي أمره ولامه فقلت: أما أن الله علي لئن قدمت المدينة لاذكرن لرسول الله، ولاخبرنه ما لقينا من الغلظة والتضييق. قال: فلما قدمنا المدينة غدوت إلى رسول الله ﷺ أريد أن أفعل ما كنت حلفت عليه، فلقيت أبا بكر خارجا من عند رسول الله ﷺ فلما رآني وقف معي، ورحب بي وسائلني وسائلته وقال متى قدمت؟ فقلت: قدمت البارحة، فرجع معي إلى رسول الله

صلى الله عليه وآله وسلم فدخل، وقال هذا سعد بن مالک بن الشهيد. فقال: ائذن له فدخلت، فحييت رسول الله وحياني، وأقبل علي وسألني عن نفسي وأهلي وأحفى المسألة، فقلت: يا رسول الله ما لقينا من علي من الغلظة وسوء الصحبة والتضييق، فاتئد رسول الله وجعلت أنا أعدد ما لقينا منه، حتى إذا كنت في وسط كلامي، ضرب رسول الله على فخذي، وكنت منه قريبا وقال: "يا سعد بن مالک ابن الشهيد: مه، بعض قولک لاخيک علي، فوالله لقد علمت أنه أحسن في سبيل الله."

قال: فقلت في نفسي ثكلتک أمک سعد بن مالک - ألا أراني كنت فيما يكره منذ اليوم، ولا أدري لا جرم والله لا أذكره بسوء أبدا سرا ولا علانية (البداية والنهاية: ج5 ص122)

4: عن يزيد بن طلحة بن يزيد بن ركانة قال إنما وجد جيش علي بن أبي طالب الذين كانوا معه باليمن، لانهم حين أقبلوا اخلف عليهم رجلا، وتعجل إلى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: فعمد الرجل فكسى كل رجل حلة، فلما دنوا خرج علهم علي يستلقيهم فإذا عليهم الحلل. قال علي: ما هذا؟ قالوا: كسانا فلان: قال: فما دعاک إلى هذا قبل أن تقدم على رسول الله فيصنع ما شاء فنزع الحلل منهم، فلما قدموا على رسول الله اشتكوه لذلک، وكانوا قد صالحوا رسول الله، وإنما بعث عليا إلى جزية موضوعة۔ (البداية والنهاية: ج5 ص123)

5: عن عمران بن حصين قال: بعث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم جيشا واستعمل عليهم علي بن أبي طالب فمضى في السرية فأصاب جارية فأنكروا عليه وتعاقد أربعة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقالوا إذا لقينا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أخبرناه بما صنع علي وكان المسلمون إذا رجعوا من السفر بدئوا برسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فسلموا عليه ثم أنصرفوا إلى رحالهم فلما قدمت السرية سلموا على النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقام أحد

الأربعة فقال يا رسول الله ألم تر إلى علي بن أبي طالب صنع هذا وهذا فأعرض عنه رسول الله ﷺ ثم قام الثاني فقال مثل مقالته فأعرض عنه ثم قام الثالث فقال مثل مقالته فأعرض عنه ثم قام الرابع فقال مثل ما قالوا فأقبل رسول الله ﷺ والغضب يعرف في وجهه فقال ما تريدون من علي؟ ما تريدون من علي إن عليا مني وأنا منه وهو ولي كل مؤمن بعدي. (جامع الترمذی: باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

ان مجموعہ روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مختلف حضرات خصوصاً جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ سفرِ یمن میں شریک تھے، ان کو حضرت علی کی طرف کچھ بدگمانی یا کدورت پیدا ہوگئی تھی، چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار کبار صحابہ اور السابقون الاولون میں ہے اور مزید یہ کہ آئندہ چل کر اپنے وقت میں امت کی قیادت و امامت کے فرائض بھی آپ نے سر انجام دینے ہیں اس لیے ضروری تھا کہ آنحضرت ﷺ حضرت علیؓ کی برائت ظاہر کریں بلکہ امت کو یہ حکم بھی دیں کہ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ محبت و عقیدت کا تعلق رکھیں۔

پانچویں بات

آنحضرت ﷺ نے خطبہ غدیر خم میں کیا ارشاد فرمایا؟ مختلف روایات اس بارے میں ملتی ہیں۔ ان میں مسند احمد بن حنبل کی روایت تقریباً تمام روایات کی جامع ہے، ملاحظہ ہو:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ فَنَزَلْنَا بِغَدِيرِ خُمٍّ فَنُودِيَ فِينَا الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ وَكُسِحَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ تَحْتَ شَجَرَتَيْنِ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَأَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنِّي أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ قَالُوا بَلَى قَالَ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنِّي أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ قَالُوا بَلَى قَالَ فَأَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ قَالَ فَلَقِيَهُ عُمَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ هَنِيئًا يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ أَصْبَحْتَ وَأَمْسَيْتَ مَوْلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ.

(مسند احمد: رقم الحدیث 18479)

خلاصہ کلام: اہل تشیع کا اس روایت سے امامت اور خلافت علی بلافصل پر استدلال باطل ہے اس لیے کہ:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت اور موالاۃ کا اظہار محض اس لیے تھا کہ لوگوں کے دلوں میں ان کے بارے میں کوئی رنجش باقی نہ رہے، خلافت بلافصل اور امامت کا اس میں دور دور کا تذکرہ نہیں۔

(۲) کتب اہل السنت میں جہاں حدیث غدیر خم موجود ہے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح اشارات بھی ہیں جن میں خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے یا خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی ترتیب کا ذکر ہے (گو اشارۃً ہی سہی) جس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ حدیثِ غدیر خم ایک وقتی ضرورت کے پیش نظر وارد ہوئی نہ کہ مستقلاً اصول امامت یا خلافت کے لیے۔

(۳) اگر یہ حدیث مسئلہ امامت یا حضرت علی کے خلیفہ بلافصل کے متعلق ہوتی تو اس کا محل اور مقام حجۃ الوداع کا اجتماع تھا جہاں قرب و بعد تمام جگہوں کے مسلمان جمع تھے جو ایک عالمی اجتماع تھا، جس کا مقصد ایک عالمی نظریہ امت کو دینا تھا لیکن یہ حدیث خم کے تالاب کے پاس بیان ہوئی ہے جو اس بات کی یقینی دلیل ہے کہ اس سے مقصود آفاقی اور اجتماعی فیصلہ کا بیان کرنا مقصود نہیں تھا، بلکہ ایک وقتی ضرورت کا بیان کرنا تھا۔

(۴) شیعہ نے اس روایت میں لفظ ''مولی'' سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر استدلال کیا ہے حالانکہ اس لفظ کو خلافت کے معنی میں قطعی طور پر لینا جہالت ہے۔ لغت کے امام ابن اثیر رحمہ اللہ نے ''مولی'' کے کئی معنی لکھے ہیں:

(۱) پروردگار (۲) مالک (۳) سردار (۴) محسن (۵) آزاد کرنے والا (۶) آزاد کیا ہوا (۷) مددگار (۸) محبت کرنے والا (۹) فرماں بردار (۱۰) پڑوسی (۱۱) چچازاد بھائی (۱۲) عہدو پیمان کرنے والا (۱۳) عقد کرنے والا (۱۴) داماد (۱۵) غلام (۱۶) احسان مند

(النہایہ، ج 5، ص 228)

جبکہ دوست اور محبوب کے معنی میں بھی آتا ہے۔
لہذا سیاق و سباق کو دیکھ کر ہی اس لفظ کے معنی متعین کر سکتے ہیں اور اس روایت کے دیگر طرق میں جو اضافے آئے ہیں اس کو دیکھ کر اس حدیث میں ''مولی'' سے مراد ''محبت کرنے والا'' ہی ہو سکتے ہیں چنانچہ دیگر روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں:

من کنت مولاہ فعلي مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و انصر من نصرہ واخذل من خذلہ (الغدیر، ج1،ص25)

اس روایت میں جو شیعہ کی نقل کردہ ہے مولی کے ساتھ عداوت کا تقابل اس بات کا تقاضہ کررہا ہے کہ یہاں موالات محبت کے معنی میں ہیں۔

(۴) اگر یہاں مولی سے مراد حضرت علیؓ کی خلافت ہو تو لازم آئے گا کہ حضرت علیؓ نبی کریم ﷺ ہی کی زندگی میں خلیفہ ہو گئے تھے کیونکہ اس روایت میں تو کہیں تصریح نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد یا کتنے عرصے بعد آپ خلیفہ ہوں گے۔ظاہر ہے یہ بات بدیہی البطلان ہے تو جس سے یہ بطلان لازم آرہا ہے وہ بھی باطل ہوگا۔نیز اس سے ایک خرابی یہ بھی لازم آرہی ہے کہ اس صورت میں آپ رضی اللہ تعالی عنہ کا مولی ہونا صرف آپ کے دورخلافت تک رہے گا جبکہ ہم نے جو معنی بیان کیا ہے اس صورت میں آپ کا مولی ہونا اور آپ کی یہ فضیلت تاقیامت باقی رہے گی۔

(۵) مولی سے مراد خلافت ہی لینے والا ذرا ان آیات کا ترجمہ کرکے دے دیں:

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (15) ۞ (سورۃ الحدید)

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ

اور دیوان حماسہ کے اس شعر کا مطلب بھی بیان کریں:

مَوَالِيكُمْ مَوْلَى الْوِلَادَةِ مِنْهُمْ ... وَمَوْلَى الْيَمِينِ حَابِسٌ قَدْ تُقُسِّمَا

(دیوان الحماسہ،ص۱۴۶)

(۶) شیعہ عالم نوری طبرسی لکھتا ہے:

''لم یصرح النبی لعلی بالخلافۃ بعدہ بلا فصل فی یوم غدیر خم''

(فصل الخطاب، ص 205)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے موقع پر حضرت علی علیہ السلام کیلئے اپنے بعد کسی قسم کی خلافت بلا فصل کی تصریح نہیں کی۔

بہرحال اس وقت ہمارا مقصد خلافت علی علیہ السلام پر گفتگو نہیں صرف عید غدیر کے ثبوت کا مطالبہ ہے جس کا اس روایت میں کوئی ذکر نہیں۔ آخر میں ہم ایک شیعہ ہی کی فیصلہ کن تحریر اس باب میں پیش کر رہے ہیں جس میں اس نے اس روایت پر حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے استدلال کا زبردست طریقے سے رد کیا ہے پس جب اس سے حضرت علیؓ کی خلافت سرے سے ثابت ہی نہیں ہوتی تو اس پر عید غدیر کی عمارت کھڑی کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

مسلک اعلیٰ حضرت

اہل بدعت کے سرخیل جناب نواب احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کا اہل سنت کے لبادے میں چھپا تشیع کے بدنما چہرے کی نقاب کشائی، اس کتاب میں ان کے خاندان، ان کے پیر و مرشد گھرانے کی رافضیت کو طشت ازبام کیا گیا ہے، ناقابل تردید دلائل سے ان کے رافضیانہ گستاخانہ عقائد خصوصا اماں عائشہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ان کے غلیظ، گستاخانہ اشعار اور بھیانک عقیدے پر تفصیلی گفتگو، آخر میں خان صاحب کے وہ گستاخانہ عقائد بھی پیش کیئے گئے ہیں جس پر عرب وعجم کے علماء نے فتاوی صادر کیئے۔ خان صاحب نے کس طرح اہل سنت میں رافضی عقائد داخل کیئے؟ ایک خونچکاں تاریخ اور بہت کچھ اس کتاب میں آپ کو پڑھنے کو ملے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حدیث غدیر سے شیعہ استدلال پر

ایک شیعہ ہی کی طرف سے زبردست جواب

ہم جس کتاب کا حوالہ دینے جا رہے ہیں اس کا تعارف بلتستان کے معروف شیعہ عالم علامہ آغا سید شرف الدین موسوی ان الفاظ میں کراتا ہے:

"ایک ایسی کتاب جس کی وجہ سے اس کتاب کے مصنف کو قتل کیا گیا۔

شیعہ سنی میں بنیادی مسئلہ "امامت" ہے۔اس مسئلے کی وجہ سے ہی امت میں تفرقہ اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت وجود میں آیا۔سب خلفاء ہوں یا تقیہ،صحابہ کا مرتد ہونا ہو یا بداء،فدک ہو یا غدیر،صفین ہو یا جمل غرض ان تمام واقعات و مضامین کا اصل دائرہ "امامت" کے گرد گھومتا ہے۔

کیا امامت نص سے ثابت ہے؟

سقیفہ میں کیا ہوا تھا؟

سقیفہ کی تاریخ میں غیر معتبر روایات؟

غدیر خم؟

مولی کے معانی کیا ہے؟ قرآن کی آیات کی روشنی میں جائزہ

حضرت ابوبکر رض و عمر رض اور خلفاء کے ساتھ علی المرتضی کا رویہ دوستانہ تھا یا دشمنی تھی؟

حضرت علی المرتضی ع کے اولاد کے نام کیا تھے؟

ابوبکر و دیگر خلفاء کی بیعت اور علی المرتضی

امامت نص سے ثابت نہیں ہے!!

قرآن میں کوئی ایک آیت بھی "امامت" اثنا عشری سے متعلق نہیں۔

12 اماموں والی روایات کے راوی خود 13 یا 11 یا اس سے کم یا زیادہ آئمہ پر یقین رکھتے تھے!!

علم رجال کی رو سے تمام واقعات بشمول غدیر،3 کے سوا صحابہ کے مرتد ہونے والی روایات پر

جرح۔ ہر امام کے بعد اس کے پیروکار کتنے فرقوں میں تقسیم ہوئے؟ نص ہوتا تو کیوں فرقے بنتے؟ خود اہل بیت کے آئمہ میں سے امام حسن اور امام حسین کی کس کس اولاد نے امامت کا دعوی کیا؟ آئمہ کے 12 ہونے کے معتقد راوی ایسے ہیں جو تحریف قرآن کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ واقفیہ فرقہ؟

کتاب الاحتجاج کی بعض روایات کی سند کا علم حدیث/ اصول حدیث/فن اسماء رجال کی روشنی میں جائزہ۔

اس کتاب کے مصنف آقای حیدر علی قلمداران نے اس موضوع پر ہر لحاظ سے روشنی ڈالی ہے۔آپ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے ارمغان آسمان جیسی کتاب لکھی جس سے ڈاکٹر علی شریعتی بہت متاثر تھے۔ بحث شفاعت، راہ نجات شر غلات ڈاکٹر شریعتی کی پسندیدہ کتاب تھی، جس نے انہیں تشیع صفوی کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کیا۔

حکومت اسلامی قلمداران کی وہ کتاب تھی جس کے باقاعدہ لیکچر آیت اللہ منتظری دیتے تھے۔آیت اللہ خالصی کے معاون اور ان کے کتب کا فارسی و فرانسی زبانوں میں ترجمہ حیدر علی قلمداران نے ہی کیا تھا۔آپ آیت اللہ برقعی اور ڈاکٹر مصطفی حسینی طباطبائی کے قریبی ساتھی تھے، چنانچہ اس کتاب کے علاوہ بھی کئی کتب آیت اللہ برقعی اور قلمداران دونوں نے مل کر تحقیق سے لکھیں۔حیدر علی قلمداران جب قتل ہوئے تو ان کی جنازہ ڈاکٹر مصطفی حسینی طباطبائی نے ہی پڑھائی۔ یہ فارسی زبان میں موجود ایک شاہکار کتاب ہے، جس کا موضوع "امامت" اور "نصوص امامت" پر ایک تحقیق ہے۔

مکتب تشیع سے وابستہ ایک شخص کی علمی تحقیق تھی، جس پر حاشیہ اور مقدمہ کا کام آیت اللہ ابوالفضل برقعی قمی نے کیا۔غرض امامت، غدیر، مولی کے معنی، قرآن میں لفظ مولی کا استعمال، صحابہ کا مرتد ہونا یا نہ ہونا، علی اور ابوبکر کی بیعت، 12 امام، ہر امام کے بعد مزید فرقوں کا ظہور، فدک، حضرت فاطمہ کے گھر پر ہجوم اور آگ کا قصہ وغیرہ۔ ان تمام موضوعات پر غیر متعصبانہ تبصرہ اور علم رجال کے لحاظ سے تبصرہ اس کتاب کا اہم موضوع ہے۔اس کتاب کے

مولف کو ایک عمامہ پوش نے اپنے گھر بلایا اور اس سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے تم نے یہ کتاب لکھی ہے، اگر تم اس کی ساری کاپیاں نہیں جلاؤ گے تو میں تمہیں قتل کرا دوں گا، استاد قلمداران نے کہا کہ یہ کتاب بہت سے لوگ خرید چکے اور ان کاپیوں کو واپس لانا ممکن نہیں، اور میرے لیے اس سے بڑھ کر اور خوشی کی بات کیا ہوگی کہ ایک شخص اپنے عقیدے کو بیان کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے (مجھے قتل ہونا قبول ہے)۔

اس کتاب کو لکھنے کے پاداش میں مصنف کو قتل کیا گیا۔ حال ہی میں لبنان، عراق اور ایران کے معتدل شیعہ علماء کے گروہ نے اس کتاب کا عربی ترجمہ کیا ہے جو لوگوں سے ہضم نہیں ہو رہا۔ اور مترجمین و محققین کو دھمکیاں دے رہے ہیں نیز کتاب کو طریق الالحاد کہہ کر لوگوں کو اس کتاب کو پڑھنے سے روکنے کی کوشش میں ہیں۔

کاش اردو ترجمہ بھی کوئی کر دیتا"۔

(یہ تمام تعارف ان کے آفیشل سوشل میڈیا پیج سے لیا گیا ہے)

ہمیں اسی کتاب سے غدیر کے متعلق مصنف کی رائے کو اردو ترجمہ کے قالب میں پیش کر رہے ہیں اصل عربی کتاب کے صفحات کا عکس آخر میں دیا جا رہا ہے۔ (صفحات کی تنگی کی وجہ سے اب عکس نہیں دیا جا رہا ہے)

شیعہ عالم کی طرف سے جواب

کیا حدیث غدیر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امارت اور خلافت پر نص اور صریح دلیل ہے؟ مندرجہ ذیل دلائل کی روشنی میں ہمارا یہ ماننا ہے کہ حدیث غدیر ہرگز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سیاسی امارت پر نص اور صریح دلیل نہیں

نمبر 1:

پہلی دلیل یہ ہے کہ جو حضرات اس اجتماع میں شریک ہوئے اور انہوں نے یہ خطبہ سنا ان میں سے کسی نے اس سے یہ معنیٰ مفہوم مراد نہیں لیا اور اس بنا پر سقیفہ بنی ساعدہ میں کسی نے بھی یہ حدیث بیان نہیں کی بلکہ اس کی طرف اشارہ تک نہیں کیا گیا اور نہ خلفاء راشدین کے پورے

دور میں کسی نے اس حدیث کا حوالہ دیا تا آنکہ بہت عرصے بعد کچھ تفرقہ باز لوگ آئے اور انہوں نے جو کہنا تھا کہہ دیا۔

نمبر 2:

خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بنی ہاشم میں سے جو مددگار تھے ان میں سے بھی کسی نے اس حدیث کو سقیفہ بنی ساعدہ میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ مقرر کرنے بعد بھی ذکر نہیں کیا اور نہ حضرت علی کی خلافت کی تصریح کے طور پر اس کا کوئی حوالہ دیا گیا۔ اور نہ ان اصحاب رسول میں سے وہ بارہ افراد جنہوں نے جیسا کہ بعض روایات میں یہ دعوی کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تائید کی تھی ۔ انہوں نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلافت کے زیادہ حقدار ہونے کے لیے اس حدیث کا حوالہ نہیں دیا اور جہاں پر ان کے کلام میں اس حدیث کا ذکر آیا ہے تو وہ بھی محض فضائل اور مناقب کے تعلق سے آیا ہے اور اس بنیاد پر اس کو ذکر نہیں کیا گیا کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے نص قطعی ہے۔

اس بات سے قطع نظر کہ ان بارہ افراد کی طرف سے حجت بازی کرنے کی روایت بجائے خود تحقیق کی محتاج ہے تا کہ اس کی صحت وسقم واضح ہو جائے کیونکہ اس کے موضوعی ہونے کا احتمال بہت قوی بلکہ یقینی ہے

نمبر 3:

اصحاب رسول ﷺ کی قوت ایمانیہ اور قرآن پاک کا ان کی مدح وتعریف کرنا ان کے بارے میں (حضرت علیؓ کی) امامت کو چھپانے اور اللہ تعالی کی طرف سے مقرر شدہ خلافت کو ٹھکرانے کے دعوے کے ساتھ مکمل طور پر تناقض رکھتا ہے خاص کر جب کہ ہمارے سامنے واضح ہو گیا کہ ان میں سے اکثریت کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قیادت سے کوئی مانع یا اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا جیسا کہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ اگر وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا معاملہ پایا تکمیل تک پہنچانے سے پہلے حضرت علی کی بات سن لیتے تو

وہ ان کی بیعت سے پیچھے کبھی نہ ہٹتے جو اس بات کو پختہ طور پر ثابت کرتا ہے کہ ان کے ہاں خطبہ غدیر کو چھپانے یا اس پر عمل نہ کرنے کی کوئی ایسی مجبوری و بے بسی نہیں تھی اگر وہ اس سے یقینی طور پر اللہ تعالی کی صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت و امامت کے لیے مقرر کرنا مراد و فہم کرتے

نمبر 4۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ قصہ غدیر کا سبب حضرت خالد و حضرت بریرہ کا زکوۃ کے اموال میں غلط تصرف کرنا تھا۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان دونوں حضرات پر غصہ ہو جانے اور ان پر سختی کرنے کا سبب بنا جس سے معاملہ کی نوبت ان دونوں حضرات کا حضرت علی کے ساتھ ناراضگی اور رسول اللہ ﷺ سے ان کی شکایت کرنے کی طرف بڑھ گیا اور واقعے کا یہ سبب رسول اللہ ﷺ کی مراد کی تعین کرتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے اس خطبے سے مقصود مسلمانوں پر حضرت علی کی محبت ان کی مدد کرنا اور ان کا احترام کرنے کو موکد بنانا ہے۔

نمبر 5:

یہ ہے کہ قصہ غدیر میں جو سب سے اہم اور قاطع جملہ اور جس کا رسول اللہ ﷺ سے صادر ہونے کی صحت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے وہ یہ جملہ ہے: من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اور اس جملہ کا دقیق فہم اور سمجھ ایسی چیز ہے جس سے بہت سے اشکالات ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ جملہ مندرجہ ذیل دلائل کی وجہ سے بدیہی طور پر رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق کوئی معنوی فائدہ نہیں دیتا:

علامہ عبدالحسین الامینی نے اپنی کتاب الغدیر میں علماء لغت سے لفظ "مولی" کے ستائیس 27 معانی نقل کر کے لکھے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1) رب (2) چچا (3) چچازاد بھائی۔ (4) بیٹا۔(5) بھانجا (6) آزاد کرنے والا آقا (7) آزاد کردہ غلام۔(8) غلام۔(9) مالک (10) تابع (11) جس پر احسان کیا جائے۔(12) شریک۔(13) حلیف (14) صاحب۔ساتھی (15) پڑوسی۔(16)

پڑاؤ ڈالنے والا - ساتھ رہنے والا۔ یا مہمان۔(17) سسر۔(18) احسان کرنے والا (محسن)۔(19) نزدیک (20) جس کو کھو دیا جائے۔(مفقود)۔(21) ولی۔ دوست (22) کسی چیز کا سب سے زیادہ حقدار (23) ایسا آقا یا سردار جو مالک و آزاد کنندہ کے علاوہ ہو۔(24) محبت کرنے والا۔(25) مددگار (26) معاملے میں تصرف کرنے والا (27) جس کے طرف معاملہ سپرد کیا گیا ہو یا جو ذمہ دار ہو۔

اور اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود علامہ امینی کلمہ "مولی" سے خلیفہ حاکم یا امیر کا معنی مستنبط کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور اس بات کا اعتراف کر لیا کہ لفظ مولی ایک مشترک لفظ ہے اور اس سے اکثر و بیشتر جو مفہوم لیا جاتا ہے وہ کسی چیز کے زیادہ حقدار کے معنی کا لیا جاتا ہے یعنی بائیسواں 22واں معنی۔

پس اس بنا پر لفظ مولی سے معنی مرادی فہم کرنا بغیر کسی قرینے کے ممکن نہیں پس جب ہم اس لفظ کے صادر کرنے کا جو سببی قرینہ ہے اس کی طرف غور کرتے ہیں اور اس لفظی قرینے کی طرف غور کرتے ہیں جو حدیث کے تتمہ میں واضح طور پر مذکور ہے: یعنی

اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و أنصر من نصرہ الحدیث

(یعنی اے اللہ جو ان سے محبت رکھے اس سے تو محبت کر اور جو ان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر۔ اور جو ان کی مدد کرے ان کی مدد کر)

تو اس کے بعد ہمیں یہ بات سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی کہ لفظ "مولی" سے جو مراد ہے وہ ایسی چیز ہے جسے یہ معانی جمع کرتا ہے: صاحب (ساتھی) دوست محبت کرنے والا مددگار (یعنی 14۔24 اور 25 نمبر معنی) کیونکہ تتمہ حدیث کا معنی یہ ہے:

کہ اے اللہ دوست بن جائیے اور محبت کر اور مدد کر ہر اس شخص کی جو دوستی کرتا ہے محبت کرتا ہے اور مدد کرتا ہے حضرت علی کی اور دشمنی کر ہر اس شخص کے ساتھ جو حضرت علی کے ساتھ بغض رکھتا ہے اور دشمنی کرتا ہے۔

ب:

رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کریں کیونکہ اس جملے کا باعث حضرت خالد حضرت ابو بریدہ اور بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وہ موقف تھا جو ہم نے بیان کیا۔

ج:

لفظ "مولی" سے کبھی بھی خلیفہ اور امام کا مفہوم مراد نہیں ہوتا اور لغت عرب میں یہ لفظ کبھی بھی اس معنی میں نہیں آیا۔

نمبر 6:

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ"

اس جملے میں ایک ایسا نقطہ ہے جو بہت اہم دلالت والا ہے جو باوجود شدید واضح ہونے کے اکثر اوقات جھگڑوں کے شور وغل اور مذہبی تعصب کی بنا پر زیر توجہ نہیں آتا اور وہ یہ کہ لفظ "مولاہ" سے چاہے جو بھی معنی مراد لیا جائے لیکن جملے کا مطلب اس سے بڑھ کر بالکل نہیں ہوگا کہ:

میں جس کسی کا بھی اس وقت مولی ہوں تو حضرت علی بھی اس وقت اس کا مولی ہے۔

بالفاظ دیگر: رسول اللہ ﷺ "فعلی مولاہ" کے لفظ سے حضرت علی کے لیے اسی زمانے میں ثابت ایک ایسی چیز کی تاکید کرنا چاہتے ہیں جو اس وقت آپ ﷺ کو بھی حاصل تھی پس اگر ہم بالفرض یہ مان لیں کہ لفظ "مولاہ" سے مراد "اس کا حاکم اور امام" ہے باوجود یہ کہ لغت اس معنی کے ساتھ نہیں دے رہی تو پھر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کو لفظ "بعدی" کے ساتھ مقید کرتے (یعنی میرے بعد) کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں حضرت علیؓ کے لیے مسلمانوں کا حاکم ہونا اور امام ہونا سرے سے ممکن ہی نہیں تھا حالانکہ یہ قید حدیث کی کسی بھی روایت میں نہیں ملتی۔

نمبر 7:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر نص کی موجودگی کے قائلین جو بہت سی ضعیف اور کمزور سند احادیث و روایت پیش کرتے ہیں۔ ان تمام روایت کے پیش نظر حضرت علی کی خلافت اور ولایت اللہ رب العالمین کا سب سے اہم غرض اور مراد ہی نظر آتا ہے کیونکہ یہ لوگ اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء ﷺ تک تمام رسولوں اور انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کو حضرت علی کی امامت اور ولایت کا مسئلہ بیان کیا ہے جیسا کہ (ان کے دعوی کے مطابق) رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت سے لے کر دنیا سے رخصت ہونے تک ہزار سے زائد مرتبہ یہ بات بیان کی ہے اور ہر مناسبت پر اس کی یاد ہانی کی ہے چاہے شخصی مجلس ہو یا اجتماعی مجلس جیسا کہ اس چیز کو بیان کرنے کے لیے قرآن پاک کی اکثر آیتیں بھی نازل ہوئی ہیں۔ ان سب کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے وفات کے بعد کسی ایک نے بھی اس بات کی طرف توجہ نہیں دی۔ تو گویا کہ اللہ تعالی اپنی مراد اور ارادے کو نافذ کرنے سے عاجز رہے والعیاذ باللہ حالانکہ وہی اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ

اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ بیشک میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ زور آور اور غالب ہے۔ پس یہ کیسے ہوا کہ اس معاملے کو چھوڑ دیا گیا اور اسی طریقے پر اس کو بھلا دیا گیا؟ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ کام اسی طرح نہ ہو سکا جس طرح انہوں نے ہونے کا ذکر کیا تھا؟

نمبر 8:

اللہ تعالی کا طریقہ اور سنت جاریہ اس بات کا اشارہ دیتا ہے کہ جب بھی اللہ سبحانہ وتعالی اپنے بندوں میں سے کسی کو منتخب کر کے اسے دعوت اور اصلاح کے لیے بھیجتا ہے تو اس کو ضعفاء اور فقراء میں سے چنتا ہے اور اس کو خلعت نبوت سے نوازتا ہے پھر دنیا کے طاقتور اور سرکشوں کے خلاف اس کی تائید اور مدد کرتا ہے تا کہ اس طرح اللہ تعالی وہ چیز نافذ کر دے جس کا اس نے ارادہ کیا ہوتا ہے پس اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالی نے

ایک بت تراش خاندان میں سے منتخب کیا اور اللہ تعالی انہیں توحید کی بنیادیں اسی طریقے سے مضبوط کرنے کے لیے بھیجتا ہے اور باوجود ظلم وستم سہنے، ہجرت پر مجبور ہو جانے اور گھر و وطن سے نکل جانے کے، آخر کار اللہ تعالی کا ارادہ ہی غالب رہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام عظیم تک پہنچ گئے جس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا:

فَقَد؟ اٰتَینَاہ اٰلَ اِبرٰھِیمَ الکِتٰبَ وَ الحِکمَۃَ وَ اٰتَینٰھُم مُلکًا عَظِیمًا

(پس ہم نے تو آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت بھی دی ہے اور بڑی سلطنت بھی عطا فرمائی)

اور حضرت موسی علیہ السلام کو ایک چرواہے کی صورت میں اور اسی کے جوتے اور لاٹھیاں ساتھ فرعون کی طرف جو کہ خدائی کا دعویدار، اور مصر کے بادشاہوں کا بادشاہ تھا بھیجا گیا۔

پس اللہ نے ان کی مدد کی اور ان کو ایسی قدرت اور قوت عطا فرمائی جس کے سبب فرعون اور اس کی قوم سمندر کی گہرائی میں گر کر چلے گئے۔ اور حضرت موسی علیہ السلام اپنی لاٹھی اور سفید چمکتے ہاتھ کے ساتھ اپنے بعد بنی اسرائیل کے بڑے بادشاہوں کی حکمرانی کی بنیاد رکھنے والا بن گئے اور ایسے دین اور کتاب کو لے کر آئے جس کی تجدید اور احیاء کے لیے اللہ تعالی نے ان کے بعد ستر ہزار سے زائد انبیاء بھیجے اور اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ایسی حالت میں منتخب کرلیا گیا جبکہ وہ یتیم اور امی تھے ایک ایسی ماں سے تھے جو فقیر اور بیوہ تھی ان کی ولادت سے پہلے ہی ان کا خاوند وفات پا گیا تھا۔ اور ان کے لیے اس نے صرف ایک چھوٹا بچہ چار بکریاں اور ایک خچر کے سوا کچھ نہیں چھوڑا تھا۔ پس اللہ تعالی نے ان کو ایک عظمت اور قدرت سے نوازا اور ان کا دین ہمیشہ اور ابدی رہنے والا بن گیا اور ان کے لیے اپنے زمانے کے بڑے سرکشوں کی گردنیں جھکا دیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بعثت کے تھوڑے ہی عرصے کے دوران اپنے زمانے میں دنیا کے ان چھ بڑے سلاطین کو خطوط لکھنے لگے جو اپنے زمانے کے ایسے بادشاہ تھے جن کے ٹکر کا کوئی نہیں تھا ان خطوط میں آپ نے ان کو اپنے دین میں ان کو داخل ہونے کی دعوت دی پھر تھوڑا سا عرصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ وہ تمام علاقے جن کے بادشاہوں کی طرف آپ نے خط لکھے تھے وہ سب اس اسلامی حکومت کے ما

تحت آ گئے جس کی بنیاد آپ ﷺ نے رکھی تھی۔ اور آپ کا دین رہتی دنیا تک ہمیشہ کے لیے باقی رہ گیا۔

پس اگر حضرت علی کی خلافت اور ولایت واقعی طور پر کائنات کی تخلیق کے بعد ایک عظیم مقصد الٰہی تھا۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بھی یہی مراد تھی جیسا کہ اس بات کی طرف وہ تمام واہیات اور ضعیف السند روایات اشارہ کر رہی ہیں تو پھر کیا بات ہے کہ معاذ اللہ گویا خدا تعالی اس کو قطعی اور صریح صورت میں اس مطلب کو بیان تک نہ کر سکے (والعیاذ باللہ)۔

نہ اپنی کتاب کریم میں نہ اپنے نبی کریم کی وساطت سے اور نہ اپنے کسی اور بندے کے ذریعے ،تا کہ اللہ تعالی کی جو مراد ہے وہ متحقق ہو جائے اور اس کا ہدف حاصل ہو جائے اور لوگ اس طرح کی واضح گمراہی میں نہ پڑ جائیں؟ یہ تب جبکہ حضرت علی کا خلیفہ وامام نہ بننا واضح اور واقعی گمراہی مان لی جائے۔ کیا اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا:

واللہ غالب علی امرہ

(اور اللہ تعالی اپنے ارادے پر غالب ہے)

.اور فرمایا: فإن حزب اللہ ھم الغالبون

(پس اللہ تعالی کی جماعت ہی غالب رہے گی)

پس اس خطیر مراد کو وجود دینے میں ناکامی کا ہم کیا جواب دے سکتے ہیں؟

ہاں اس کا صرف یہی جواب ہوسکتا ہے کہ ہم اس بات کا اعتراف کر لیں کہ (اللہ تعالی کا) ایسا کوئی ہدف اور قصد نہیں تھا اور یہ لمبے چوڑے دعوے محض دعوے ہی ہیں جن کی کوئی بنیاد نہیں۔

نمبر 9:

اور ان میں سب سے اہم بات وہ عجیب وغریب طریقہ ہے جس کی کوئی مثال ہی نہیں ملتی اور جس کو یہ لوگ کبھی بھی درست ثابت نہیں کر سکتے۔ جس کے بارے میں ان کا دعوی ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالی نے اس مزعومہ منصوص امامت کی اصل بیان کی ہے باوجود اس کی

بڑی اہمیت ہونے کے اور یہ ایک ایسا قضیہ ہے جوکہ منصف مزاجوں اور تلاش حق اور حقیقت حال معلوم کرنے کے بارے میں اخلاص رکھنے والوں کے لیے راستہ کھول دینے کے لائق ہے (وہ یہ ہے) کہ قرآن کریم میں سیکڑوں واضح اور محکم آیتیں ہیں جوتوحید کی بنیاد کو پختہ کرتی ہیں اور اسی طرح سیکڑوں آیتیں یوم آخرت کے بارے میں بات کرتی ہیں اور اسی طرح وہ آیتیں بھی کچھ کم نہیں ہیں جوعمومی نبوت کی اصل کے بنیاد مقرر کرتی ہیں اور نبی ﷺ کی خاص نبوت کو بیان کرتی اور ان کے بارے میں استدلال کرتی ہیں۔

اور اسی طرح باقی دین کے اصول اور ایمان کے ارکان بھی ہیں۔بلکہ تحقیق کے ساتھ قرآن کریم نے بہت سے فروعی مسائل بھی بیان کیے ہیں حتی کہ چھوٹے سے جزئیات جیسا کہ تحیہ سلام کے جواب میں اس سے بھی اچھا جواب دینا اور مجالس میں وسعت پیدا کرنا الخ۔اور قرآن کریم نے ان سب کو واضح کھلی اور محکم عبارتوں سے بیان کیا ہے جس میں التباس،احتمال یا خفا کی کوئی گنجائش نہیں۔ان سے جو معنی مراد ہوتا ہے وہ بلا واسطہ کم از کم اجمالا سمجھ میں ضرور آتا ہے کسی حدیث پر اعتماد کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی لیکن قرآن کریم نے امامت کی بنیاد جیسی خطیر امر جس پر ان کے قول کے مطابق سعادت اور دین کی حفاظت کا دارومدار بھی ہے اس کے بارے میں یہ طریقہ کیوں چھوڑا؟

اور جو آیتیں یہ لوگ ذکر کرتے ہیں کہ یہ موضوع امامت پرنص اور صریح ہیں تو یہ وہ آیتیں ہیں جن کو موضوع امامت کے ساتھ مربوط ماننا اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ ہم اس سے پہلے اور اس کی بعد والی آیتوں یعنی سیاق آیات سے آنکھیں بند کردیں۔بلکہ کبھی کبھار تو اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ ہم آیت کو آخر تک نہ پڑھیں یعنی ہم آیات سے عبارت کو پوری طرح کاٹ کردیں۔یہ سب اس بڑے اشکال کے علاوہ ہے کہ یہ وہ آیتیں ہیں جو بغیر حدیث سے مدد لیے ان کے اس دعوے کو کوئی فائدہ نہیں دیتی اور اس کے بغیر مطلوب پر کبھی بھی دلالت نہیں کرتی۔یقینا اصول دین کے بیان میں شارع مقدس کے طریقے میں یہ استثناء بہت ہی عجیب ہے کہ صراحت اور وضاحت جوکہ ہمیشہ سے رہی ہے یہاں پر اس کے بجائے امت

کی اس عظیم اصل میں رہنمائی کے لئے ابہام اور پوشیدگی کو اختیار کیا گیا۔
بلکہ یہاں تک کہ اگر ہم اس حدیث کی طرف بھی آجائیں جس کے بارے میں ان کا دعوی ہے کہ وہ اس امامت پر نص ہے تو اسے بھی ہم اس مراد پر قطعی دلالت کرنے والا نہیں پاتے اور ہم دیکھتے ہیں لفظ مولی کو استعمال کیا جارہا ہے جس کے بارے میں امامت کی تائید کرنے والوں کا اپنا اعتراف بھی ہے کہ عربی لغت میں اس کے کم از کم ستائیس 27 معانی ہیں۔
جبکہ سیاق حدیث اور اس کے ملابسات اور قرائن بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ "المولی" سے امامت اور امارت کے بجائے کچھ اور مراد ہے۔اور یہ سب باوجود اس کے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم کی ہدایت کے لیے شدید حرص رکھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضاد پڑھنے میں سب سے زیادہ فصیح تھے۔
پس اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد دین کے اصولوں میں سے کسی بنیادی اصل کو بیان کرکے امت کی ہدایت اور ان پر حجت تمام کرنا مقصود ہوتا تو آپ اس کو واضح اور کھلی عبارات سے بیان فرماتے جن میں کوئی التباس نہ ہوتا نہ ان عبارتوں سے جو مشتبہ ہوں اور کئی معانی میں شرکت رکھتی ہوں جن سے مراد اخذ کرنا دشوار ہے۔
کیا امامت کی اصل حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کے قصے سے کم اہمیت کا حامل ہے کہ ان کا نام قرآن پاک میں صراحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔کیا دین کے اصول بیان کرنے کے طریقے میں اس حد تک فرق کرنا قابل قبول ہے؟ کاش مجھے پتہ ہوتا کہ آیا اس امامت کا اللہ تعالی کی طرف منصوص ہونے کے قائلین نے کبھی اس قضیے پر غور کیا ہے کہ قرآن کریم میں اس امامت کی اصل کا کوئی پتہ نہیں ملتا حالانکہ وہ ان کے ہاں نبوت اور رسالت سے بھی اعلی ہے۔کیا ہم یہ تصور کر سکتے ہیں کہ جو ذات یہ فرماتی ہو:

ما فرطنا فی الکتاب من شیء

و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء و ھدی و رحمة و بشری للمسلمین

وہ ایسے موضوع کو ذکر کرنے سے غافل رہ جائے گا؟ جو اتنی بڑی شان اور اہمیت والا ہو۔کیا

اصحاب کہف کا قضیہ جس کو ذکر کرنے سے اللہ تعالی غافل نہ رہے حتی کہ ان کے کتے کا ذکر بھی کیا ہے کیا وہ امامت کے قضیے سے زیادہ اہم تھا؟ کہ قرآن کریم جس کو اللہ تعالی نے قیامت تک کے لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل کیا ہے۔کیا اس نے ایک ایسے موضوع کا قطعی اور شافی بیان چھوڑ دیا جس میں کئی صدیوں تک امت کے مابین اختلاف رہا بلکہ کبھی کبھار جنگ وجدال تک کی نوبت آئی جبکہ اس بیچ قرآن کریم نے سابقہ لوگوں کے قصے بالتفصیل بیان کیے جیسا کہ ذوالقرنین،لقمان وہارون علیہم السلام وغیرہ۔

کیا اللہ تعالی امامت کا موضوع ذکر کرنے سے رک گیا؟ جبکہ ایک مچھر کو ذکر کرنے سے رکا نہیں؟ کیا لوگوں کی ہدایت کا طریقہ اس طرح ہوتا ہے؟۔

ہماری رائے یہ ہے کہ جس کسی کو بھی قرآن کریم کے ساتھ معرفت اور انس حاصل ہو وہ کبھی بھی شک نہیں کرے گا کہ قرآن کریم کا امامت کے بارے موقف اور اس کو بیان کرنے کا یہ دعوی قرآن کریم کا دین کے اصولوں کو بیان کرنے کے طریقے کے ساتھ نزدیک سے بھی کوئی مناسبت نہیں رکھتا ہے نہ دور سے۔

(طریق الاتحاد بین السنۃ والشیعۃ ،ص:149 تا159 ،الطبعۃ الاولیٰ)

مصنف کی دیگر مطبوعہ تصانیف ورسائل

(۱) مناظرہ کوہاٹ:۲۰۱۲میں کوہاٹ میں جشن عید میلاد النبی ﷺ پر ہونے والے مناظرے کی مکمل روئیداد

(۲) الاربعین فی مناقب امیر المومنین :حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مناقب و فضائل پر چالیس مستند احادیث کا مجموعہ

(۳) تحریک آزادی اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی

(۴) دفاع اہل السنۃ والجماعۃ (جلد اول)
دارالعلوم دیوبند کی تقاریظ سے مزین اس کتاب میں علمائے اہل السنۃ والجماعۃ پر ہونے والے تمام اعتراضات کے انتہائی مفصل و مدلل جوابات دئے گئے ہیں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب جو طبع ہوکر منظر عام پر آگئی ہے۔

(۵) الاربعین فی مناقب الخلفاء الراشدین (غیر مطبوعہ): خلفائے راشدین رضی اللہ تعالی عنہم کے مناقب پر چالیس احادیث کا مجموعہ

(۶) آزار ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے اور ایمان ابوین مصطفی ۔آزر و ایمان وکفر والدین مصطفی ﷺ پر تحقیقی مقالہ اور اشکالات کے مدلل جوابات

(۷) مسلک اعلی حضرت : احمد رضاخان کے تشیع پر ناقابل تردید دلائل

(۸) ازالۃ الواسواس عن اثر ابن عباس : سات زمینوں کے متعلق حدیث پر محققانہ کلام

(۹) مناظرہ علم غیب : سوات میں ہونے والے علم غیب کے موضوع پر مناظرہ کی روئیداد

(۱۰) صوفی مسعود احمد صدیقی لاثانی سرکار بریلوی کی مختصر سوانح حیات

(۱۱) کردار یزید: یزید کے فسق پر محققانہ گفتگو اور تاریخی کتب کے اصل عکوس (سکین) کے ساتھ اہلسنت کا موقف واضح کیا گیا ہے اپنے باب میں ناقابل تردید دلائل پر مشتمل

مزید تفصیلات کیلئے

Facebook.com/FansofAllamaSajidKhanNaqshbandi
sajidkhannaqshbandi.blogspot.com
kalahazrat@gmail.com